خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ
تم میں سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔
اسلامیات
چھٹی جماعت کے لیے
سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو
منظور شدہ: صوبائی محکمہ تعلیم و خواندگی حکومت سندھ
بمراسلہ نمبر: ایس او (جی۔آئی) ای اینڈ ایل کریکیولم 2014
گورنمنٹ آف سندھ ای اینڈ ایل ڈپارٹمنٹ مؤرخہ 03-13-2015
بطور واحد اسلامیات کی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ
صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب بیورو آف کریکیولم و توسیع تعلیم ونگ سندھ، جام شورو کی تصحیح شدہ

نگرانِ اعلیٰ: آغا سہیل احمد (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو)

نگران: عبدالباقی ادریس السندی

مصنفین:
- پروفیسر مصوّر خان
- پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی

ایڈیٹرز:
- پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
- پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو
- پروفیسر ڈاکٹر عزیزالرحمٰن سیفی

صوبائی جائزہ کمیٹی

- پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو
- پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
- پروفیسر محمد ابراہیم برڑو
- پروفیسر عطا محمد ڈیتھو
- عبدالحکیم پٹھان

کمپوزنگ و لے آؤٹ ڈزائننگ:
- اسداللہ بھٹو
- نور محمد سمیجو

طباعت:

فہرست

عنوان	صفحہ
بابِ اوّل: القرآن الکریم	
(الف) ناظرہ قرآن: پارہ نمبر ۷ تا ۱۲ (چھ پارے)	۲
(ب) حِفظِ قرآن:	۳
• سورۃ الانشراح- سورۃ التین اور سورۃ القدر	۳
(ج) حِفظ و ترجمہ:	۵
• رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ	۵
• رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا سکتہ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ	۵
• رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ	۵
بابِ دوم: ایمانیات اور عبادات	
(الف) ایمانیات: اللہ تعالیٰ پر ایمان، توحید: معنی اور مفہوم	۸
(ب) عبادات	۱۳
۱- اَذان: فضیلت و اہمیت	۱۳
۲- نماز: اہمیت و فضیلت اور فرائض	۱۹
۳- نمازِ جنازہ اور اس کی اہمیت	۲۴
۴- حج اور اس کی اہمیت	۲۸

صفحہ	عنوان
	باب سوم: سیرتِ طیّبہ
	حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیّبہ (صُلحِ حُدَیبیہ سے غزوۂ خیبر تک)
۳۵	۱۔ صُلحِ حُدیبیہ
۴۲	۲۔ فرماں رواؤں کو دعوتِ اسلام
۴۸	۳۔ غزوۂ خیبر
	باب چہارم: اَخلاق و آداب
۵۷	۱۔ طہارت و پاکیزگی
۶۲	۲۔ صداقت
۶۷	۳۔ امانت
۷۲	۴۔ احسان
۷۷	۵۔ مُلک و مِلّت کے لیے ایثار کا جذبہ
۸۳	۶۔ حُقُوقُ العِباد (والدین ۔ اولاد ۔ اساتذہ ۔ پڑوسی)
۸۷	(الف) والدین کے حقوق
۸۸	(ب) اولاد کے حقوق
۹۳	(ج) اساتذہ کے حقوق
۹۷	(د) پڑوسیوں کے حقوق
	باب پنجم: ہدایت کے سرچشمے/مشاہیرِ اسلام
۱۰۳	۱۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
۱۰۷	۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
۱۱۴	۳۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۹	۴۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۴	لغات

القرآن الکریم

اسلام ایک عالمگیر اور دائمی دین ہے، اس کی بنیاد قرآن مجید اور سُنت نبوی پر ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی، قرآن مجید پوری انسانیت کی فلاح کے لیے ہدایت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یعنی زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے مسائل کا حل اور رہنمائی قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن مجید باعثِ رُشد وہدایت اور دین اسلام کی بنیاد ہے۔

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ مجوّزہ نصاب میں قرآن مجید کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے، وہ طلبہ اچھی طرح سے درست تلفّظ واعراب، قراءت وتجوید، خوش الحانی اور روانی کے ساتھ ناظرہ پڑھ سکیں۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی سورتیں جو شاملِ نصاب ہیں، ان کو بھی درست تلفّظ واعراب، قراءت وتجوید، خوش الحانی سے یاد پڑھ سکیں۔ قرآن مجید کی تین آیتیں وہ دی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ذریعے مانگنے اور ان کی معانی پر مشتمل ہیں، ان کو درست تلفّظ و اعراب، قراءت و تجوید اور خوش الحانی سے زبانی یاد کر سکیں اور لفظی و بامحاورہ ترجمے کے ساتھ یاد کرنے کے بعد مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ کے ساتھ دُعا بھی کر سکیں۔

(الف)   ناظرہ قرآن مجید: ۷ تا ۱۲ (چھ پارے)

وَاِذَاسَمِعُوْا- وَلَوْ اَنَّنَا- قَالَ الْمَلَاُ- وَاعْلَمُوْا- یَعْتَذِرُوْنَ- وَمَامِنْ دَآبَّةٍ

اس سبق پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو سکیں گے کہ:

- قرآن مجید کو درست تلفظ واعراب، قراءت وتجوید اور خوش الحانی سے ناظرہ روانی سے پڑھ کر سنا سکیں گے۔
- قرآن مجید کے نصاب میں دی ہوئی چھوٹی چھوٹی سورتوں کو درست تلفظ واعراب، قراءت وتجوید اور خوش الحانی سے یاد پڑھ کر سنا سکیں گے۔
- قرآنی آیتیں جو دعائیہ کلمات پر مشتمل ہیں، ان کو درست تلفظ واعراب، قراءت وتجوید اور خوش الحانی سے زبانی یاد کر کے پڑھ سکیں گے اور لفظی وبامحاورہ ترجمہ پڑھ کر سنا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مرادیں حاصل کر لیں گے۔
- قرآن مجید کے ترجمے سے آگاہ ہونے کے بعد وہ اپنی عملی زندگیوں کے ساتھ تعلق جوڑ سکیں گے۔

ہدایت برائے اساتذہ

- اس حصّہ میں سے سال کے دوران امتحان لیا جائے۔ سالانہ امتحان کے موقع پر زبانی امتحان لیا جائے اور اس حصّہ کے کل چالیس فیصد (۴۰%) نمبر مقرر کیے گئے ہیں۔
- رزلٹ شیٹ میں اس حصّہ کے علیحدہ حاصل کردہ نمبروں کا اندراج کیا جائے۔
- اسلامیات کے مضمون میں کامیابی کے لیے اس حصہ میں کامیابی لازمی قرار دی گئی ہے۔
- استاد کو چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات کو حصۂ ناظرہ وحفظ وترجمہ میں سے قرآن کریم صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھائیں۔

(ب) حفظ قرآن مجید: سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح ۔ سُوْرَۃُ التِّیْنِ ۔ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ التِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوْرِ سِیْنِیْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ۬ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ۫ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

- طلبہ و طالبات کو چاہیے کہ وہ ناظرہ قرآن مجید اور سبق میں دی گئی سورتیں حفظ کر کے باری باری اپنے ساتھیوں کو سنائیں۔ اس دوران استاد ان کی نگرانی و رہنمائی باقاعدگی سے کرتا رہے گا اور آخر میں خود ان سے حفظ کردہ آیات سنے گا۔

- استاد طلبہ و طالبات کو اس کتاب سے درجِ بالا سورتیں صحیح تلفظ و اعراب کے ساتھ حفظ کرائیں۔
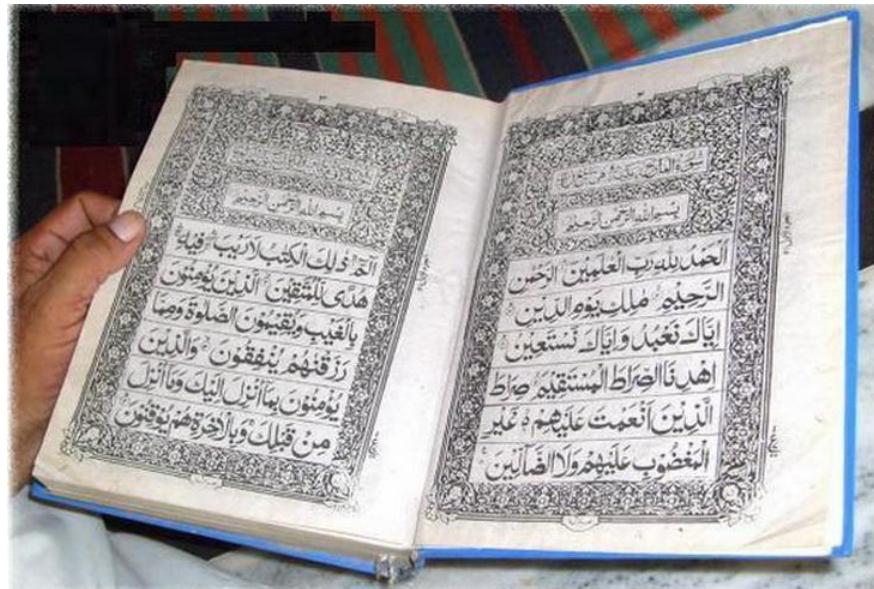
قرآن مجید کے حقوق

- قرآن مجید کو قراءت و تجوید سے پڑھنا/تلاوت کرنا۔
- قرآن مجید پر غور و فکر، تدبر، تذّکر کرنا۔
- قرآن مجید پر عمل کرنا۔
- قرآن مجید کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانا/تبلیغ کرنا۔

(ج) حفظ و ترجمہ:

① رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٢٥٠﴾

(سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۰)

ترجمہ: اے پروردگار! ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کفار پر فتحیاب کر۔

② رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٚ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿٢٣﴾

(سورۃ الاعراف: آیت ۲۳)

ترجمہ: اے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والے ہو جائیں گے۔

③ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿١٠﴾ (سورۃ الحشر: آیت: ۱۰)

ترجمہ: اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

- طلبہ و طالبات مذکورہ دعائیں با ترجمہ خوشخط تحریر کر کے نمایاں جگہ پر آویزاں کریں اور یاد کر کے ساتھی طلبہ ایک دوسرے کو سنائیں۔

- استاد صاحب کتاب میں دی ہوئی مذکورہ دعاؤں کو حفظ و ترجمہ کروانے کے بعد طلبہ و طالبات کو ان دعاؤں کی مختصر تشریح بھی سمجھائے اور عملی طور پر دعا مانگنے کی مشق کروائے۔

وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ (سورۃ قمر: آیت ۱۷)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟

باب دوم

ایمانیات اور عبادات

ایمانیات ''ایمان'' سے ماخوذ ہے۔ ایمان کے لغوی معنی ہیں دل سے تصدیق کرنا اور ماننا۔ ایمانیات سے مراد اسلام کے وہ بنیادی عقائد ہیں، جن کی تصدیق ایمان کے لیے ضروری ہے اور ان عقائد کی تصدیق کے بغیر آدمی صاحبِ ایمان نہیں بن سکتا۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کو اکیلا ماننا

(۲) اس کے فرشتوں پر ایمان لانا

(۳) اس کی کتابوں پر ایمان لانا

(۴) اس کے رسولوں پر ایمان لانا

(۵) قیامت کے دن پر ایمان لانا

(۶) تقدیر خیر و شر پر ایمان لانا

(۷) مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان لانا

''ایمانیات'' کو ''عقائد'' بھی کہا جاتا ہے۔

عقائد ''عقیدہ'' کی جمع ہے۔ عقیدہ ''عَقد'' سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں مضبوط گرہ باندھنا۔ عقیدہ سے مراد ایسا پختہ یقین ہے جو آدمی کے دل ودماغ پر حاوی ہوجائے۔ جس کے نتیجے میں اس سے اعمال ظاہر ہونے شروع ہوں۔

عبادات ''عبادت'' کی جمع ہے۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں ''بندگی''۔ عبادت سے ''عبد'' کا لفظ نکالا گیا ہے، جس کے معنی ہیں ''بندہ'' یا ''غلام''۔ عبادت کے معنی ''پرستش'' ہے۔ عبادت سے مراد یہ ہے کہ مالک کے حکم پر دل و جان سے عمل کرنا۔ آقا کا حکم مانتے ہوئے ہر کام اس کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرنا۔ شریعت کے بتائے ہوئے اصول

اور تفصیل کے مطابق بندہ اپنی عاجزی اور خلوص کا اظہار کرے اور ان پر عمل کرے۔

عبادتیں عقیدۂ توحید کا نتیجہ ہے: جب عقیدۂ توحید دل و دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے تو فوراً اس کا اثر عمل اور عبادات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو وحدہ لا شریک لہ ٹھہراتے ہوئے اکیلا اور بے مثل مانتا ہے اور اس کے مالک اور قادر ہونے پر یقین رکھتا ہے، تو بندے سے خود بخود عبادات کی شکل میں نیک اعمال کا ظہور ہوتا ہے۔ کوئی بھی عمل اپنے آقا کی رضا کے خلاف ظاہر نہیں ہوتا۔

طلبہ و طالبات کو اس باب میں مقرر کیے ہوئے مضامین ایمانیات: جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان عبادات: جیسے اذان، نماز، نماز جنازہ اور حج کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ و طالبات ان مضامین کو پڑھ کر ایمان اور عبادات کے حقائق کو صحیح طور پر سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو ان کی تبلیغ کریں تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں فلاح پا سکیں۔

(الف)

ایمانیات

اللہ تعالیٰ پر ایمان:

توحید: معنی اور مفہوم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اسلام کے بنیادی عقائد میں سے عقیدۂ اول یعنی ''عقیدۂ توحید'' کے مفہوم سے روشناس ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- اللہ تعالیٰ کی صفات سے آگاہ ہو کر اپنے الفاظ میں بیان کر سکیں گے۔
- توحید کے معنی اور مفہوم سے متعارف ہو کر دوسروں کے سامنے دلائل سے بیان کر سکیں گے۔
- اسلام میں عقیدۂ توحید کی جو سب سے زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے اس سے روشناس ہو کر وضاحت کر سکیں گے۔
- عقیدۂ توحید کے تقاضوں پر عمل کر کے فلاحِ دارین حاصل کر سکیں گے۔
- توحید کے ثمرات سے مستفید ہونے کی کوشش کر سکیں گے۔

اسلام میں جو بنیادی عقائد بیان کیے گئے ہیں، ان عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا ہے۔ یعنی اس بات کو یقینی طور پر قلب و ذہن میں ڈالنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔ وہ کائنات کا خالق ہے۔ اس نے اکیلے ہی یہ کائنات بنائی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا اور واحد ہے۔ دوسرا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

توحید کے معنی اور مفہوم: توحید کے لفظی معنی ہیں ایک ماننا، ایک سمجھنا، اکیلا جاننا۔ ''توحید'' سے مراد کائنات کے خالق یعنی پیدا کرنے والے کو تمام تر صفات کے ساتھ اکیلا ماننا اور اسی کو ہی عبادت کے لائق سمجھنا ہے۔
اسلام میں جس عقیدے کی سب سے زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے اور جس پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ ''عقیدۂ توحید'' ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے جتنے بھی نبی اور رسول علیہم السلام بھیجے، ان سب کی تبلیغ کا بنیادی مقصد عقیدۂ توحید کی تعلیم دینا تھا۔ آخری آسمانی کتاب قرآن پاک میں جگہ جگہ اس عقیدے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کی خاص وضاحت قرآن پاک کی سورۃ اخلاص میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے جس میں توحید سے متعلق بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''کہو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں''۔

توحید کی دو اقسام ہیں: ۱۔ توحید ذاتی ۲۔ توحید صفاتی

توحید ذاتی کے دلائل:

- اگر اس کائنات کی تخلیق کا جائزہ لیں گے تو ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ سورج، چاند، ستارے اپنے مدار میں مقرر اوقات میں گردش کرتے رہتے ہیں۔
- دن کا طلوع اور رات کا ظاہر ہونا، موسموں کی تبدیلی، تیز بارش کا برسنا یہ تمام چیزیں ایک منظّم طریقۂ کار اور باقاعدگی سے وقوع پزیر ہوتی رہتی ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کائنات کا نظام چلانے والی صرف اور صرف ایک ذات ہے۔
- جب کوئی بھی چھوٹی سی چیز مثلاً سوئی وغیرہ اس دنیا میں بغیر بنانے والے کسی کاریگر کے موجود نہیں ہو سکتی، تو یہ پوری کائنات بغیر کسی کاریگر اور بنانے والے کے کیسے موجود ہو سکتی ہے۔ وہ ذات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔
- اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا شریک ہوتا، تو ساری کائنات میں افراتفری ہو جاتی اور اس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ ایک معبود کہتا سورج مشرق سے نکلے گا، تو دوسرا مغرب سے نکلنے کا کہتا۔ اسی طرح سے ہر نظام میں خرابی پیدا ہو جاتی اور دنیا میں فساد پھیل جاتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورۃ الانبیاء آیت: ۲۲)

ترجمہ: اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔

توحید صفاتی کے دلائل:

- جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہ یعنی اکیلی ہے، بالکل اسی طرح اس کی صفات میں بھی اس کا کوئی ثانی اور اس جیسی دوسری خوبیوں کا مالک کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ وہ بے عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ قادرِ مُطلق ہے۔ عزّت، ذِلّت، موت اور زندگی صرف وہی دے سکتا ہے۔ وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ رزّاق بھی ہے۔ رحیم بھی، ستّار اور غفّار بھی۔ وہ اپنے تمام فیصلوں میں خود مختار اور آزاد ہے، اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی اور بھی بہت سی صفات ہیں۔

توحید کے تقاضے:

- صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو تمام کائنات کا خالق و مالک بِلا شرکت غیرے تسلیم کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، تو اسی کی عبادت کرو۔ (سورۃ الانعام: آیت ۱۰۲)

- اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا۔
- تمام مشکلات اور مصائب میں اُسی سے مدد کا طلبگار ہونا۔
- صرف اور صرف اُسی کے آگے سجدہ ریز ہونا شامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس عقیدے کی تعلیم دی ہے۔ خاص طور پر قرآن مجید کے آخری پانچ پاروں میں عنوان بدل بدل کر اس عقیدے پر زور دیا گیا ہے۔

توحید کے ثمرات:

- توحید اُخروی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ توحید کے بغیر جنت میں جانا ناممکن ہے۔
- توحید تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ موحّد مؤمن سے جرأت، بہادری، صبر، استقامت اور توکّل، اللہ تعالیٰ کا خوف اور دیگر تمام نیکیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں۔
- توحید کے ذریعے انسان نفاق سے بچ جاتا ہے۔ موحّد انسان منافق نہیں ہوتا۔
- توحید ہر مشکل کے حل کا ذریعہ ہے۔ مصیبت آنے کے وقت موحّد اپنے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے اٹھاتا ہے اور اس سے دعا کرتا ہے۔
- توحید کے ذریعے انسان صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ پتھر، ستارہ، آگ وغیرہ کے آگے نہیں جھکتا۔ توحید انسان کو "اشرف المخلوقات" (تمام مخلوقات سے زیادہ شرف والا) ہونے کی طرف لے جاتی ہے۔
- توحید کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق سمجھتا ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگنے لگتا ہے۔ غیر اللہ سے نہیں مانگتا اور اس میں خودداری پیدا ہوتی ہے۔

- توحید کے معنی ہیں ایک ماننا اور اکیلا جاننا۔
- توحید کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام صفتوں کے ساتھ اکیلا ماننا اور عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا۔
- ایمان کے لیے توحید ایک اہم جزو ہے۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو نہیں ہو سکتا۔

- پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں، انھوں نے اپنی اپنی امتوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم دی۔
- ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تمام انسانوں کو توحید کی بات سمجھائی۔
- قرآن مجید میں بار بار عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے۔ سورۂ اخلاص میں توحید کی بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

- طلبہ و طالبات اپنے اپنے الفاظ میں توحید کے معنی اور مطلب مزید وضاحت اور دلائل کے ساتھ اپنی اپنی کاپیوں پر لکھ کر اپنے اساتذہ حضرات کو دکھائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

(۲) اللہ تعالیٰ کے وجود کو دلائل سے ثابت کریں کہ کوئی ہستی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔

(۳) اگر ایک سے زائد معبود ہوتے تو کیا ہوتا؟

(۴) توحید کے اہم تقاضے کون کون سے ہیں؟

(۵) توحید کے کوئی بھی دو ثمرات بیان کریں۔

۲۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا　　(ب) رسولوں کی رسالت پر ایمان لانا

(ج) قیامت کے دن پر ایمان لانا　　(د) تقدیر خیر و شر پر ایمان لانا

(۲) توحید کے لفظی معنی ہیں:

(الف) شریک کرنا　　(ب) ایک ماننا

(ج) انکار کرنا　　(د) تصدیق کرنا

(۳) توحید کے بغیر جنت میں جانا:

(الف) آسان ہے　　(ب) مشکل ہے

(ج) ناممکن ہے　　(د) ممکن ہے

(۴) قرآن مجید کی جس سورت میں توحید کی بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں وہ ہے:

(الف) سورۃ الکافرون　　(ب) سورۃ الاخلاص

(ج) سورۃ الفلق　　(د) سورۃ الناس

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اسلام میں جس عقیدے پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ ....ہے۔

(۲) اس کے سوا کوئی...................کے لائق نہیں۔

(۳) وہی ہر چیز...................کرنے والا ہے۔

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱- اللہ تعالیٰ کی ذات	مقرر اوقات میں گردش کرتے رہتے ہیں۔
۲۔ اس کائنات کا نظام چلانے والی	فطری دین ہے۔
۳۔ سورج، چاند ستارے اپنے مدار میں	عقیدۂ توحید کی تعلیم دینا۔
۴۔ اسلام ایک	وحدہ لا شریک لہ ہے۔
۵- ان سب کی تبلیغ کا بنیادی مقصد	صرف اور صرف ایک ذات ہے۔

- اساتذہ کرام عقیدۂ توحید پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے، حضور ﷺ نے عقیدۂ توحید کی اشاعت کے حوالے سے جو محنت فرمائی اور تکالیف برداشت کیں ان کو طلبہ و طالبات کے سامنے بیان کریں۔

(ب) عبادات

آذان: فضیلت واہمیت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اذان کے معنی اور مفہوم سے روشناس ہو کر وضاحت کر سکیں گے۔
- اذان کی اہمیت وفضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- اذان کی معاشرتی اہمیت سے روشناس ہو کر دینی فائدہ حاصل کر سکیں گے۔
- اذان کے فوائد وثمرات پر عمل کر کے اپنے اندر نظم وضبط اور وقت کی پابندی جیسی صفات پیدا کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

آذان

معنی اور مفہوم: دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں پوری دنیا کے کسی نہ کسی کونے سے بالعموم اور مسلمان ممالک سے بالخصوص مسجد کے بلند و بالا میناروں سے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کی صدا سنائی دیتی ہے، جسے ''اذان'' کہا جاتا ہے۔ اذان کے لُغوی معنی منادی کرنا، اعلان کرنا یا بلانا ہے۔ اذان سے مراد وہ مخصوص الفاظ وکلمات ہیں، جن کے ذریعے دن اور رات میں پانچ مرتبہ مسلمانوں کو ایک مخصوص عبادت ''نماز'' باجماعت ادا کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے۔

یہ اسلام ہی کی انفرادیت ہے کہ اس نے نماز کی ادائیگی کے لیے اذان کے ذریعے بلانے اور اکٹھے کرنے کا ایسا خوبصورت انداز اور جامع طریقہ مقرر کیا ہے۔ انسان اپنی نجی مصروفیات کی وجہ سے بعض اوقات غافل ہو جاتا ہے تو اذان کے ذریعے اسے احساس دلایا جاتا ہے کہ نماز باجماعت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لہٰذا نماز کی تیاری کی جائے۔ اذان میں جو الفاظ شریعت نے مقرر کیے ہیں ان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ توحید کی گواہی دی جاتی ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دی جاتی ہے۔ پھر نماز کا بلاوا ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد نماز کو کامیابی اور فلاح کا ذریعہ بتاتے ہوئے نماز میں شریک ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت بیان کی جاتی ہے. اس کے بعد پھر توحید کی گواہی دے کر اذان ختم کی جاتی ہے۔

اذان کی ابتداء: ابتداءِ اسلام میں کفارِ مکہ کے شر اور ظلم کی وجہ سے مسلمان کھلے عام نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔

مسلمان دیکھتے تھے کہ دیگر مذاہب کے لوگوں میں ان کی عبادت کے اوقات میں انھیں متوجہ کرنے کے لیے مختلف طریقے رائج تھے۔ مثلاً نصاریٰ کے ہاں ناقوس (جو دو لکڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ ایک لکڑی کو دوسری لکڑی پر لگانے سے آواز پیدا ہوتی تھی) کے ذریعے لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا۔ یہودی بگل (جو سینگ کی طرح ایک آلہ تھا) بجاتے تھے۔ ضرورت محسوس کی گئی کہ مسلمانوں کو نماز باجماعت کے بلانے اور متوجہ کرنے کے لیے کوئی طریقہ اختیار کیا جائے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو مختلف تجاویز سامنے آئیں۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان کے کلمات اور ترتیب سکھادی گئی۔ پھر حضور ﷺ کو بھی وحی کے ذریعے اذان کے یہی کلمات بتائے گئے۔

حضور ﷺ نے اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کے لیے مقرر فرمادیا۔ کیونکہ ان کی آواز بلند تھی اور دور تک آواز جاتی تھی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی تھی، جب وہ اذان سیکھ چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب فجر کی اذان کہو تو ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' کے بعد ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' بھی کہا کرو۔ جس کے معنی ہیں: ''نماز نیند سے بہتر ہے''۔

اذان اور مؤذن کی فضیلت: جو شخص اذان دیتا ہے، اسے ''مؤذن'' کہا جاتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں اذان اور مؤذن کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اذان دینے والے کے لیے بے انتہا اجر و ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اسلامی معاشرے میں مؤذن کو خاص مقام حاصل ہے۔ کیوں کہ وہ مسلمانوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور جتنے زیادہ لوگ اس کی آواز سن کر مسجد کی طرف آتے ہیں، اتنا ہی زیادہ ثواب مؤذن کے نامۂ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

- ''اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کا کتنا ثواب ہے تو ہر شخص آگے بڑھنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ فیصلہ کرنے کے لیے قرعہ ڈالنا پڑے''۔
- ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

  ''مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے روز لوگوں میں بلند ہوں گی''۔
- اذان دینے کے وقت شیطان ایسی جگہ بھاگ جاتا ہے، جہاں پر اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

- جہاں تک اذان کی آواز سنائی دیتی ہے، وہاں تک رہنے والے جنّ اور انسان قیامت کے دن مؤذن کے لیے گواہی دیں گے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی، اس کے لیے آگ سے نجات لکھی جاتی ہے۔
- قدرتی آفات مثلاً: شدید بارش، سخت قسم کی آندھی، طوفان اور زلزلہ وغیرہ کے دوران اذان دینے کی برکت سے یہ مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ اسی طرح آتش زدگی کے دوران بھی اذان دینے سے مصیبت دفع ہو جاتی ہے۔
- جنّ بھوت اور مرگی کی بیماری دفع کرنے کے لیے بھی اذان دینے میں بڑی تاثیر ہے۔

اذان کی معاشرتی اہمیت: اسلام میں شرعی نقطۂ نظر سے مؤذن پر اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ:

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مؤذن کے لیے مغفرت کی دعا فرمانے کے ساتھ ساتھ اسے مسلمانوں کا امین بھی قرار دیا ہے۔
- مسلمان کی زندگی میں نظم و ضبط لانے میں اور پابندیٔ اوقات کا عادی بنانے میں اذان اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اذان مسلمانوں کی نماز باجماعت کی تیاری کے لیے اہم ذریعہ ہے۔
- اذان سننے کے بعد مسلمانوں کے اندر مسجد کی طرف جانے کا شوق پیدا ہوتا ہے، تاکہ وہ باجماعت نماز پڑھ کر جماعت کا ثواب حاصل کر سکیں اور جماعت میں شریک ہونے والے لوگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات ہو سکے۔
- اذان سننے کے بعد مسلمان مسجد کا رخ کرتے ہیں، جس سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ مسلمان خواتین گھروں کے اندر نماز کا اہتمام کرتی ہیں۔ گویا معاشرے کا ہر فرد ایک وقت میں نظم و ضبط کے ساتھ مصروفِ عبادت ہو جاتا ہے۔
- مسلمان گھرانوں میں بچے کی پیدائش کے وقت اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا میں آنے کے بعد پہلا پیغام بچے کو یہی سنایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑی اور عظمت والی ہے۔

اذان کے آداب:

- اذان کے وقت خاموش رہنا، توجّہ سے سننا اور کلماتِ اذان پر غور و فکر کرنا۔
- جب مؤذن، اذان کے جو کلمات کہے، تو سننے والا اس کے موافق بعینہ وہی کلمات دہرائے۔ ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ'' اور ''حَیَّ عَلَی الفَلَاحِ'' کے وقت سننے والا ''لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہے۔

اذان کے بعد ماثورہ دعائیں:

اذان کے بعد درج ذیل دعائیں پڑھی جائیں:

- اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ
- رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ
- کلمہ شہادت
- درود شریف

- اذان کے لُغوی معنی ہیں منادی کرنا، اعلان کرنا اور بلانا۔
- اذان سے مراد وہ مخصوص الفاظ ہیں، جن کے ذریعے مسلمانوں کو دن رات میں پانچ مرتبہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے۔
- اذان میں جو الفاظ شریعت نے مقرر کیے ہیں، ان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور توحید کی گواہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی ہے۔ پھر نماز کے لیے بلاوا ہے اور فلاح کے لیے آنے کی دعوت ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے الفاظ ہیں۔
- اذان کی فضیلت کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کا کتنا ثواب ہے تو ہر شخص آگے بڑھنے کی کوشش کرے، یہاں تک کہ فیصلہ کرنے کے لیے قرعہ ڈالنا پڑے"۔
- حضور ﷺ نے مؤذن کے لیے مغفرت کی دعا فرمانے کے ساتھ ساتھ اسے مسلمانوں کا امین قرار دیا ہے۔

- طلبہ وطالبات اذان کے کلمات یاد کر کے کمرۂ جماعت میں پیش کریں۔

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) اذان کے لُغوی معنی کیا ہیں؟
(۲) اذان کس چیز کی تیاری کا ذریعہ ہے؟
(۳) اذان کے ذریعے مسلمانوں میں مسجد جانے کا شوق کیوں پیدا ہوتا ہے؟
(۴) اسلام میں اذان کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں۔
(۵) کون سی نماز کی اذان میں "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے اضافی الفاظ پڑھے جاتے ہیں۔
(۶) اذان کے کوئی بھی دو آداب ذکر کریں

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اذان کے لغوی معنی منادی کرنا، اعلان کرنا یا................ ہیں۔
(۲) دن اور رات میں................ مرتبہ اذان دی جاتی ہے۔
(۳) "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے معنی ہیں "نماز .... سے بہتر ہے"۔
(۴) بچے کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے دائیں کان میں................ کہی جاتی ہے۔
(۵) اسلام کے پہلے مؤذن................ تھے۔

۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- اسلام کے پہلے مؤذن حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تھے۔	☐	☐
۲- "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" پڑھا جاتا ہے۔	☐	☐
۳- اذان کے بعد دعا "اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ" پڑھی جاتی ہے۔	☐	☐
۴- اذان کی ابتدا مکہ مکرّمہ میں ہوئی تھی۔	☐	☐
۵- مؤذن کو مسلمانوں کا "امین" کہا گیا ہے۔	☐	☐

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی کے ذریعے	بڑی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔
۲۔ احادیث مبارکہ میں اذان اور مؤذن کی	اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔
۳۔ اذان میں سب سے پہلے	کے روز لوگوں میں بلند ہوں گی۔
۴۔ مؤذنوں کی گردنیں قیامت	اذان کے یہی کلمات بتائے گئے۔

- اساتذہ کرام کو چاہیے کہ اذان کے کلمات کا ترجمہ طلبہ وطالبات کو سنائیں۔
- اذان کے آداب کا عملی مظاہرہ کروائیں۔
- اذان کے بعد ادعیہ ماثورہ یاد کروانے کی کوشش کریں۔

جامع مسجد استنبول (ترکی)

۲- نماز
اہمیت وفضیلت اور فرائض

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نماز کی اہمیت وفضیلت اور فرائض سے واقف ہو کر سنا سکیں گے۔
- نماز کے مختلف احکام سے آگاہ ہو کر اپنی نمازیں صحیح طور پر ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

مسجد نبوی - مدینہ مُنوّرہ

نماز کی اہمیت وفضیلت: اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد عبادت کو قرار دیا ہے۔ مسلمانوں پر جو عبادات اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ اہمیت ''نماز'' کو دی گئی ہے۔ نماز ہر عاقل و بالغ پر فرض کی گئی ہے۔ نماز کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ:

- نماز ادا نہ کرنے والا کفر وشرک کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (سورۃ الروم: آیت ۳۱)

''اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا''۔

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (سورۃ النساء: آیت ۱۰۳)

"بے شک نماز مومنوں پر اوقاتِ مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے"۔

- نماز کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔
- نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے مناجات و عاجزی کا اظہار کرتا ہے اور براہ راست اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی نماز کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

- "نماز دین کا ستون ہے"۔
- "قیامت کے روز جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھا جائے گا، وہ نماز ہو گی"۔
- "جس شخص نے دو ٹھنڈے وقتوں (صبح اور عشاء) والی نماز پڑھی، وہ جنت میں داخل ہو گا۔

چونکہ فجر اور عشاء سونے کے اوقات ہیں، اس وقت لوگوں کے لیے نماز پڑھنا ذرا دشوار ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان دو وقتوں کا ذکر فرمایا۔ جو شخص ان دو وقتوں میں نماز کی پابندی کرے گا، اس سے دوسرے وقتوں کی نمازیں ضائع نہیں ہوں گی۔

شرائطِ نماز: نماز کی ادائیگی کے لیے کچھ شرائط ہیں، جن کا پورا کرنا نماز پڑھنے سے پہلے ضروری ہے۔ ان شرطوں کو پورا کیے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ یہ شرائط نماز کے اندر نہیں ہوتے، بلکہ نماز سے پہلے ادا کیے جاتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

- **طہارت:** پاک ہونا۔ پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان کا اپنا بدن، لباس اور جگہ جہاں نماز پڑھے گا صاف و پاک ہو۔
- **ستر عورت:** شرعی حکم کے مطابق جسم کا ڈھکا ہونا۔
- **وقت:** نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ وقت سے پہلے نماز صحیح نہ ہو گی۔ اگر وقت کے بعد ادا کی جائے گی تو وہ 'قضا' کہلائے گی۔
- **استقبالِ قبلہ:** اپنا رخ قبلہ کی طرف رکھنا۔
- **نیتِ نماز:** نماز پڑھنے سے قبل نماز کی نیت کرنا۔ یعنی دل میں یہ سوچ رکھنا کہ میں فلاں وقت کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ فرض یا سنت یا نفل ادا کر رہا ہوں۔ اگر دل میں یہ سوچ نہ ہو گی تو نماز صحیح نہ ہو گی۔

فرائضِ نماز: نماز پڑھنے کے کچھ فرائض بھی مقرر کیے گئے ہیں، جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔ یہ فرائض نماز کے اندر ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے، چاہے بھولے سے یا جان بوجھ کر تو نماز نہیں ہو گی۔ ان کی کل تعداد

سات ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ: یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز کی شروعات کرنا۔ (۲) قیام کرنا (۳) قرائت کرنا (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) آخری جلسہ یا قعدہ کرنا (۷) سلام کے ساتھ نماز کو مکمل کرنا۔

نماز کے فوائد: نماز سے کئی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، روحانی، جسمانی، سیاسی اور عسکری فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

- نماز روحانی اور جسمانی سکون حاصل ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔
- نماز پڑھنا ایک ایسا مسلسل عمل ہے، جس سے انسان کئی برائیوں اور گناہوں سے بچا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (سورۃ العنکبوت: آیت ۴۵)

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُرے اعمال سے روکتی ہے۔

- نماز پڑھنے والا وقت کا پابند ہوتا ہے۔
- نماز مساوات کا درس دیتی ہے اور امیر اور غریب کے درمیان فرق کو ختم کرتی ہے۔
- نماز آپس میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ ابھارتی ہے۔
- نماز پڑھنے والا ہمیشہ صاف و پاک رہنے کا عادی ہو جاتا ہے اور نماز کی بدولت نمازی بہت سی اچھی عادتوں مثلاً: سچ بولنا اختیار کرتا ہے، غیبت، چغلی، چوری اور دیگر برائیوں سے بچتا ہے اور نیکی کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔
- سب سے بڑھ کر یہ کہ نماز بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق کو مضبوط بناتی ہے۔

اس کے علاوہ نماز پڑھنے سے:

- نصب العین کی یاد دہانی • فرض شناسی • تعمیرِ سیرت • ضبطِ نفس • پابندئ وقت • مساوات • اخوّت و محبت
- فلاح و بہبود • نظمِ جماعت • صف بندی • امام کی اطاعت وغیرہ جیسے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

- نماز ایک اہم عبادت ہے جو ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض کی گئی ہے۔
- قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر نماز ادا کرنے کی بہت کثیر تعداد میں تاکید کی گئی ہے۔ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا“۔ جس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ کفر و شرک کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

- احادیث مبارکہ میں بھی نماز کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے"۔
- نماز ایک ایسی عبادت ہے، جس کے ذریعے نمازی کو روحانی اور جسمانی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔
- نماز پڑھنے سے آدمی بے حیائی اور بُری باتوں سے بچ جاتا ہے۔
- نماز کے کچھ شرائط و فرائض ہیں، جن کو پورا کیے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

- نماز کے شرائط و فرائض یاد کرنے کے بعد اپنی اپنی کاپیوں میں تحریر کرکے اپنے اساتذہ کرام کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) قرآن مجید میں انسانوں اور جنّوں کی تخلیق کا مقصد کیا بتایا گیا ہے؟

(۲) قرآن مجید نے کس عبادت کو برائیوں سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا ہے؟

(۳) چند اچھی باتیں بتائیں جن کے ہم نماز پڑھنے کی وجہ سے عادی بن جاتے ہیں۔

(۴) نماز سے متعلق کوئی ایک حدیث بیان کریں۔

(۵) نماز کے کتنے فرائض ہیں اور وہ کون سے ہیں؟ بیان کریں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) نماز دین کا:

(الف) گھر ہے　(ب) نچوڑ ہے　(ج) ستون ہے　(د) بنیاد ہے

(۲) نماز میں رکوع کی حیثیت:

(الف) شرط کی ہے　(ب) فرض کی ہے

(ج) واجب کی ہے　(د) مستحب کی ہے

(۳) نماز کے فرائض:

(الف) تین ہیں (ب) پانچ ہیں

(ج) سات ہیں (د) نو ہیں

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) قیامت کے روز جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھا جائے گا وہ .... ہو گی۔

(۲) نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے................ و .... کا اظہار کرتا ہے۔

(۳) نماز بندے اور اس کے ربّ کے درمیان تعلق کو................ بناتی ہے۔

(۴) اگر نماز وقت کے بعد ادا کی جائے گی تو وہ .... کہلائے گی۔

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا	سب سے پہلے پوچھا جائے گا، وہ نماز ہو گی۔
۲۔ قیامت کے روز جس چیز کے بارے میں	تعلق کو مضبوط بناتی ہے۔
۳۔ نماز بندے اور اس کے رب کے درمیان	اہم ذریعہ نماز کو قرار دیا گیا ہے۔
۴۔ نماز پڑھنے کے کچھ فرائض بھی	نماز ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔
۵۔ قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر	مقرر کیے گئے ہیں، جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔

- اساتذہ کو چاہیے کہ فرائضِ نماز کی اصطلاحات کی تشریح کریں اور طلبہ و طالبات کو نماز سکھائیں اور عملی طور پر ان سے مظاہرہ کروائیں۔

۳- نمازِ جنازہ اور اس کی اہمیت

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نمازِ جنازہ کی اہمیت و افادیت سے روشناس ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ جان کر اپنے الفاظ میں تحریر کر سکیں گے۔
- نمازِ جنازہ میں شرکت کر کے اپنے اندر خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

تعارف: قدرت کی طرف سے یہ بات ہمیشہ کے لیے طے کر دی گئی ہے کہ جو بھی زندہ اجسام ہیں، ایک نہ ایک دن انھیں ضرور موت آنی ہے اور موت کا مزہ چکھنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ (سورۃ العنکبوت: آیت ۵۷)

ترجمہ: ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔

یوں تو ہر مذہب میں موت کے بعد مرنے والے شخص کی آخری رسومات مختلف طریقوں سے ادا کی جاتی ہیں، لیکن اسلام میں وفات پا جانے والے شخص کو نہایت ہی باوقار طریقے سے دفنایا جاتا ہے جو کہ ہمدردی اور انسانیت کا درس دیتا ہے۔

اسلام میں میت کو غسل دے کر کفن پہنایا جاتا ہے اور پھر اسے دفنانے کے لیے قبرستان لے جایا جاتا ہے۔ دفنانے سے قبل میت کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، جو کہ دراصل مرنے والے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا ہے۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے متصل قبرستان "جنة البقيع"

نماز جنازہ کی حیثیت: نمازِ جنازہ کی حیثیت فرضِ کفایہ کی ہے یعنی اگر علاقے کے لوگوں میں سے جہاں میت ہوتی ہے، کچھ لوگ بھی نمازِ جنازہ ادا کریں تو پورے علاقے کی طرف سے نمازِ جنازہ ادا ہو جاتی ہے اور اگر کوئی بھی شخص یہ فرض (نماز جنازہ) ادا نہ کرے تو اس بستی یا علاقے کے تمام لوگ گنہگار ٹھہریں گے۔

نمازِ جنازہ کی اہمیت: ہمیں چوں کہ ایک نہ ایک دن اس دنیا سے لازمی جانا ہے، اس لیے مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو کر اسے احترام کے ساتھ دفنایا جائے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ خود بھی شریک ہو کر نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے اور تمام مسلمانوں کو بھی ہدایت فرمائی ہے کہ نمازِ جنازہ میں ضرور شریک ہوں۔

نماز جنازہ میں شریک ہونے والے شخص کو احساس ہوتا ہے کہ:

- اس فانی دنیا سے ایک نہ ایک دن اس کو بھی رخصت ہونا ہے، اس لیے وہ اپنے اعمال و کردار میں درستگی کی کوشش کرتا ہے۔
- اس کی سوچ اور خیالات میں بہتری کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔
- نمازِ جنازہ دنیا کی بے ثباتی کا احساس دلاتی ہے۔
- نمازِ جنازہ انسانوں میں ہمدردی اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا درس دیتی ہے۔
- نمازِ جنازہ میں شریک ہونا جہاں نمازی کے لیے باعثِ ثواب ہے، وہاں میت کے لیے مغفرت کا ذریعہ ہے۔

- نمازِ جنازہ میت کے لیے ایک قسم کی دعا ہے، جو نماز کی شکل میں کی جاتی ہے۔
- نماز جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔
- نمازِ جنازہ چوں کہ ایک دعا ہے، اس لیے اس میں کوئی رکوع اور سجدہ نہیں ہوتا۔
- نمازِ جنازہ انسانوں میں ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ دکھ درد میں شریک ہونے کا درس دیتی ہے۔

- طلبہ و طالبات کو چاہیے کہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ سیکھیں اور میت کے لیے جو نمازِ جنازہ میں مسنون دعائیں کی جاتی ہیں، ان کو بھی یاد کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) فرضِ کفایہ سے کیا مراد ہے؟
(۲) نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟
(۳) موت کے بارے میں قرآن شریف میں کیا الفاظ آئے ہیں؟
(۴) نمازِ جنازہ، نماز میں شریک ہونے والے کو کیا احساس دلاتی ہے؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) سب سے پہلا عمل، جو میت کو دفنانے سے قبل کیا جاتا ہے:

(الف) میت کو کفن پہنایا جاتا ہے　　(ب) میت کو غسل دیا جاتا ہے
(ج) میت کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے　　(د) میت کو دیکھنے کے لیے رکھا جاتا ہے

(۲) نمازِ جنازہ کی ادائیگی مسلمانوں کے لیے ہے:

(الف) فرض　　(ب) نفل　　(ج) فرضِ کفایہ　　(د) سنت

(۳) نمازِ جنازہ میں:

(الف) رکوع اور سجدے ہوتے ہیں　　(ب) صرف رکوع ہوتے ہیں
(ج) صرف سجدے ہوتے ہیں　　(د) رکوع اور سجدے نہیں ہوتے

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اسلام میں وفات پاجانے والے شخص کو نہایت ہی .... سے دفنایا جاتا ہے۔
(۲) دراصل نمازِ جنازہ میت کے لیے اللہ تعالیٰ سے .... کی دعا ہے۔
(۳) ہر متنفّس .... کا مزہ چکھنے والا ہے۔
(۴) ہمارے نبی ﷺ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ .... میں ضرور شریک ہوں۔
(۵) نمازِ جنازہ میں نہ تو .... کیا جاتا ہے اور نہ سجدہ۔

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی	نہایت ہی باوقار طریقے سے دفنایا جاتا ہے۔
۲۔ نمازِ جنازہ میت کے لیے ایک قسم کی	مکمل کی جاتی ہے۔
۳۔ اسلام میں وفات پا جانے والے شخص کو	شریک ہو کر نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔
۴۔ علاقے کے کچھ لوگ بھی نمازِ جنازہ ادا کریں	دعا ہے، جو نماز کی شکل میں کی جاتی ہے۔
۵۔ آخر میں سلام پھیر کر نماز جنازہ	تو پورے علاقے کی طرف سے نمازِ جنازہ ادا ہو جاتی ہے۔

- نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی بڑوں کے لیے اور چھوٹوں کے لیے دعائیں ترجمہ کے ساتھ یاد کروائیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں:

- سلام کا جواب دینا
- بیمار کی عیادت کرنا
- جنازہ کے ساتھ چلنا
- دعوت قبول کرنا
- چھینک دینے والے کو جواب دینا یعنی جب چھینک دینے والا چھینک دیتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو اس کے جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کے الفاظ کہے جائیں۔

۴۔ حج اور اس کی اہمیت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حج کے لُغوی اور اصطلاحی معنی سے آگاہ ہو کر اپنے الفاظ میں بیان کر سکیں گے۔
- حج کی اہمیت اور فوائد سے روشناس ہو کر انھیں تحریر کر سکیں گے۔
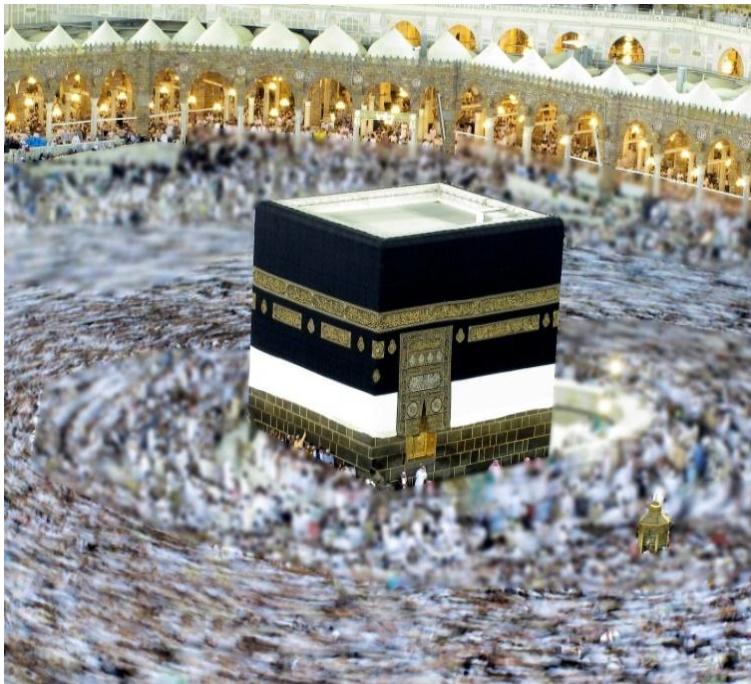
مفہوم: حج اسلام کا ایک نہایت ہی اہم رکن ہے، جس کے معنی ''زیارت کا ارادہ کرنا'' ہے۔ اسلام میں حج سے مراد خاص عبادت کے ارادے سے بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنا (چکر لگانا) اور مقدس مقامات میں حاضر ہو کر مخصوص اعمال وآداب بجالانا ہے۔

حج کی فرضیت: حج اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے اور یہ مسلمانوں پر سن ۹ ھ میں فرض ہوا تھا۔ حج ہر، عاقل و بالغ، تندرست اور صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ (سورۃ آل عمران: آیت ۹۷)

ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے، اللہ کے گھر کا حج کرنا ہے۔

حج فرض ہونے کے بعد سن ۱۰ ہجری میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ایک مرتبہ حج ادا کیا، جو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے۔

حج و عمرہ کے احکام:

(۱) حج اور عمرہ ادا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھیں۔ مرد کا احرام دو چادریں ہیں ایک چادر تہہ بند کے طور پر جس کو "اِزار" کہا جاتا ہے اور دوسری چادر جس سے اوپر والا بدن کا حصہ ڈھانپا جاتا ہے، جس کو "رِداء" کہا جاتا ہے۔ اور عورتوں کا احرام سلے ہوئے سادہ کپڑے ہیں۔ احرام پہننے کے بعد دو رکعتیں نفل نماز ادا کی جاتی ہے اور بعد میں تلبیہ یعنی "لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لاَ شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَ شَرِیكَ لَكَ" پڑھ کر احرام، حج اور عمرہ کی نیت کی جاتی ہے۔

(۲) احرام باندھنے کے بعد مکہ مکرمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کے سات چکر لگا کر طواف کیا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انوار اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔ اس جگہ کو "بیت اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کا گھر کہا جاتا ہے۔

(۳) طواف کے بعد "مقامِ ابراہیم" کے پاس دو رکعتیں نماز پڑھی جاتی ہیں۔

(۴) نماز کے بعد حاجی یا عمرہ کرنے والے کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لیے جانا ہوتا ہے۔

"سعی" کے معنی "دوڑنا" ہے۔ یہ دوڑ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یاد منانے کے لیے کی جاتی ہے۔ جب وہ پریشانی کی حالت میں اپنے چھوٹے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی کی تلاش میں دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ رہی تھیں۔ سات بار دوڑنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے، انھوں نے زمین پر اپنی ایڑی لگائی، جس کے اثر سے پانی کا چشمہ پھوٹ کر نکلا جو "زمزم" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نہایت بابرکت پانی ہے۔

حج کے احکام میں ۸ ذوالحج کی صبح کو منیٰ کے مقام پر ٹھہرنا ہوتا ہے۔ منیٰ میں ٹھہرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عمل کی یادگار ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے جارہے تھے، اس دوران تین بار تین جگہوں پر شیطان آڑے آیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام شیطان کو بھگانے کے لیے تینوں جگہوں پر سات سات مرتبہ کنکریاں پھینکیں۔ اس عمل کو "رمی الجمار" کہا جاتا ہے۔

حاجی کو ۹ ذی الحجہ کو مقامِ عرفات پر سورج کے زوال سے پہلے پہنچ کر ٹھہرنا ہوتا ہے، جسے "وقوفِ عرفات" کہا جاتا ہے۔ حج کے لیے عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔ اس عمل کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

حج کے احکام میں سے "وادئ مزدلفہ" میں ۱۰ ذی الحجہ کی رات کو پہنچ کر قیام کرنا ہے۔

حج کے طریقہ کار حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اعمال کی یادگار ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کی قربانی اس درجہ قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک قربانی کو حج کے لیے ضروری قرار دیا۔ قربانی کا عمل ۱۰ ذی الحجہ پر منیٰ میں رمی الجمرہ کے بعد کیا جاتا ہے۔ قربانی کے بعد شریعت کے حکم کے مطابق سر منڈوایا یا تراشا جاتا ہے۔ سر منڈانے کو "حلق" اور تراشنے کو "قصر" کہا جاتا ہے۔

حج کے احکام میں سے قربانی کے بعد بیت اللہ کا طواف زیارت بھی ہے، جس کے بغیر حج کا عمل پورا نہیں ہوتا۔ طواف زیارت کے علاوہ سب احکام کے آخر میں مکہ شریف کو چھوڑنے سے پہلے ایک اور طواف کرنا ہے، جس کا نام "طواف الصدر" یا "طواف الوداع" ہے، جو حج کے لیے واجب ہے۔

حج کی فضیلت و اہمیت: حج دراصل سنّتِ ابراہیمی ہے۔ یہ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی عظیم الشان قربانیوں کی یاد دلاتی ہے۔

حج ایک جانی اور مالی عبادت ہے۔ حج کا سب سے بڑا فائدہ، گناہوں کی بخشش ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے حج کے دوران ہر بری بات سے دوری اختیار کی، یعنی برائیوں سے بچا رہا تو وہ بیت اللہ سے یوں پاک ہو کر لوٹے گا گویا وہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب المناسک)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک اور موقعے پر ارشاد فرمایا: "حج اور عمرہ گناہوں کو اور تنگ دستی کو ایسے دور کرتے ہیں، جیسے آگ کی بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کا میل دور کرتی ہے"۔ (مشکواۃ المصابیح: کتاب المناسک)

حج ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص جسمانی طور پر صحتمند ہو، مالی استطاعت بھی رکھتا ہو اور کوئی شرعی عذر یا مجبوری اس کے آڑے نہ آتی ہو اور وہ پھر بھی حج نہ کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔"

حج کے فوائد:

- حج کا سب سے بڑا فائدہ دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی رضا اور قرب حاصل کرنا ہے، یہ حج ہی کی برکت ہے، جہاں مسلمان انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
- حج کے ذریعے گناہوں سے پاکیزگی اور ایمان و تقویٰ حاصل ہوتی ہے۔
- حج کے دوران ایک ساتھ مل کر نماز پڑھنا، ایک امام کی پیروی، طواف اور منٰی میں قیام اور ایک امام کا خطبہ سننا بہترین نظم و ضبط کی عمدہ اور عملی تصویر ہے۔
- حج کی ادائیگی کے فوائد میں ایک فائدہ معاشی بھی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج باہمی خرید و فروخت اور تجارت کے ذریعے بے شمار اقتصادی اور تجارتی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

حج اسلام کا ایک ایسا اہم رکن ہے، جو اپنے اندر بے شمار اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور معاشی فوائد سمیٹے ہوئے ہے۔

- حج کے لغوی معنی زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔ اسلام میں حج سے مراد بیت اللہ شریف اور دیگر مقدس مقامات (بیت اللہ، صفا و مروہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ) پر مخصوص احکام ادا کرنے ہیں۔
- حج ہر ایسے عاقل، بالغ اور تندرست مسلمان پر فرض ہے، جو صاحبِ استطاعت ہو۔
- حج مسلمانوں پر ۹ھ میں فرض ہوا۔ حضور ﷺ نے حج فرض ہونے کے بعد ایک مرتبہ حج ادا کیا، جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔
- حجِ بیت اللہ اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یادگار ہے۔
- احادیث میں حج کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے حج کے دوران ہر بری بات سے دوری اختیار کی، تو وہ بیت اللہ سے یوں پاک ہو کر لوٹے گا، گویا وہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر نکلا ہے۔
- حج ایک جانی اور مالی عبادت ہے۔
- حج کے تین فرائض ہیں، جو یہ ہیں: (۱) احرام (۲) وقوفِ عرفات اور (۳) طوافِ زیارت۔

حج کے فوائد کا خلاصہ: • اخوّت و مساوات • اتحادِ اُمّت • معاشرتی و سیاسی مسائل کا حل • اعتدال پسندی • یادِ محشر • روحانی رفعت

- طلبہ و طالبات مقاماتِ حج اور ارکانِ حج کی وضاحت اپنی اپنی کاپیوں پر تحریر کر کے اپنے اساتذہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حج کا مفہوم اور اہمیت بیان کریں۔
(۲) حج کے احکام کس تاریخ سے شروع ہو کر کون سی تاریخ کو ختم ہوتے ہیں؟
(۳) منیٰ میں کنکریاں کیوں ماری جاتی ہیں؟
(۴) حج کن مقدس ہستیوں کی قربانیوں کی یادگار ہے؟
(۵) حج کے فوائد میں سے کوئی بھی تین فوائد بیان کریں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) صفا و مروہ:

(الف) منیٰ کے قریب ہے　　(ب) عرفات کے قریب ہے

(ج) مزدلفہ کے قریب ہے　　(د) بیت اللہ کے قریب ہے

(۲) حج فرض ہوا:

(الف) ۲ھ میں　　(ب) ۳ھ میں　　(ج) ۵ھ میں　　(د) ۹ھ میں

(۳) حج فرض ہے:

(الف) صرف امیروں پر　　(ب) غریب اور امیر دونوں پر

(ج) ہر صاحبِ استطاعت پر　　(د) ہر شخص پر

(۴) حج فرض ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں حج کیا:

(الف) ایک مرتبہ　　(ب) تین مرتبہ

(ج) پانچ مرتبہ　　(د) سات مرتبہ

(۵) حج ادا کرنے والے وقوف کرتے ہیں:

(الف) صفا میں　　(ب) مروہ میں　　(ج) منیٰ میں　　(د) عرفات میں

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حج اسلام کا پانچواں اہم................ہے۔

(۲) حج کا سب سے بڑا فائدہ................کی بخشش ہے۔

(۳) سعی کے معنی صفا و مروہ کے درمیان .... ہے۔

(۴) حج دراصل سنت................ہے۔

(۵) حج کا سب سے بڑا فائدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی رضا اور اس کا .... حاصل کرنا ہے۔

- اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ و طالبات کو حج کے مقامات کی تفصیل بتائیں اور حج میں پڑھی جانے والی تلبیہ کے الفاظ بمع ترجمہ یاد کروائیں۔
- عمرہ اور حج کے درمیان فرق کو واضح کریں اور ان کے مزید فضائل بیان کریں۔

باب سوم

سیرت طَیِّبہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیّبہ
(صُلح حُدَیْبیہ سے غَزوۂِ خیبر تک)

تعارف

''سیرت'' کے معنی ہیں راستہ اور طریقہ۔ ''سیرت طَیِّبَہ'' سے مراد یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری زندگی کے طور طریقے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اختیار فرمائے۔ ان کا تعلق چاہے عبادات سے ہو یا معاملات، معاشرت واخلاقیات سے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں، یا اجتماعی سے، ان کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیاسیات سے ہو یا حکمرانی سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام زندگی نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کر کے ہی ہم دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے ''اُسوۂ حَسنہ'' یعنی بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مطالعہ و اتباع ہمارے لیے دین و دنیا کی تمام آسانیاں و نعمتیں حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

اس باب میں جو عنوانات (صلح حُدیبیہ، فرماں رواؤں کو دعوتِ اسلام اور غزوۂ خیبر) دیے گئے ہیں ان کا مقصد طلبہ و طالبات کو اس بات کی آگاہی دینا ہے کہ حضور ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کا مطالعہ و اتباع ہمارے لیے باعثِ افتخار و رحمت ہے ۔ نہ صرف سیرت کا مطالعہ ہمارے لیے ضروری ہے، بلکہ ان کا عملی طور پر اظہار بھی لازمی ہے۔ یعنی سیرت پاک کو عملی طور پر زندگی میں اپنایا جائے۔ انھیں صلح حُدَیبیہ اور بیعتِ رضوان سے آگاہ کر کے اس بات کی تاکید و تلقین کرنا کہ فریقِ مخالف سے معاہدہ کرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھا جائے۔ نیز دعوتِ اسلام کے سلسلے میں اس وقت کے حکمرانوں کو جو خطوط آپ ﷺ نے لکھوا کر روانہ کیے، ان کا مطالعہ کرنا اور اس کے نتیجے میں اس وقت ہونے والی تبدیلیوں سے انھیں آگاہ کرنا ہے۔ اسی طرح بچوں کو غزوۂ خیبر کے اسباب، اس میں ہونے والے واقعات اور اس کے نتائج سے بھی آگاہ کرنا ہے۔

مقامِ حُدیبیہ پر ایک کنواں

۱۔ صُلح حُدیبیہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- صلح حُدیبیہ کے واقعے سے متعلق آگاہی حاصل کر کے سنا سکیں گے۔
- صُلح حُدیبیہ کے شرائط سے متعلق جاننے کے بعد تفصیل سے بیان کر سکیں گے۔
- صلح حُدیبیہ سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کی تفصیل تحریر کر سکیں گے۔
- سیرت طیبہ کی روشنی میں صلح حدیبیہ والے معاہدہ کے ثمرات سے معاشرتی زندگی میں استفادہ حاصل کرنے کی عملی کوشش کر سکیں گے۔
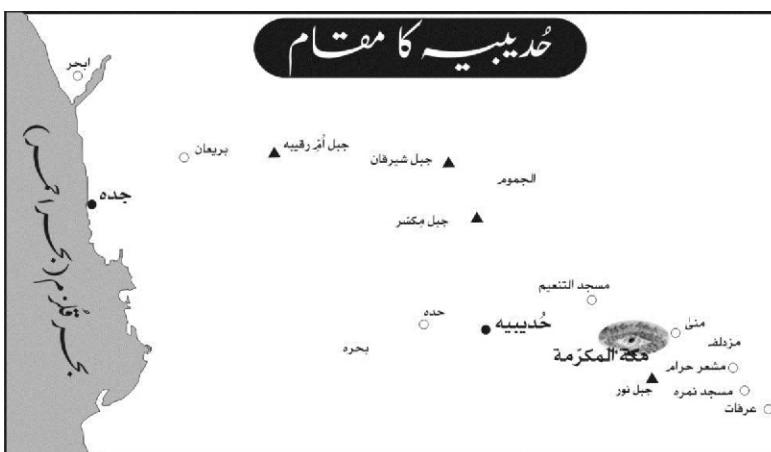
پس منظر: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رہائش اختیار فرمانے کے بعد وہاں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا عظیم فریضہ سرانجام دینے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ چلتا رہا اور اسلام آہستہ آہستہ پھیلتا گیا۔ ہجرت کے چھٹے سال یعنی ۶ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عمرہ ادا کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ (الفتح: آیت ۲۷)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو سچا اور صحیح خواب دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم مسجد حرام میں سر منڈوا کر اور اپنے بال کترواکر امن امان سے داخل ہوں گے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے۔ جو بات تم نہیں جانتے تھے، اس کو معلوم تھی، سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی۔

یہ جان کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیت اللہ کی زیارت کے لیے تیاریاں شروع کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ یکم ذی قعدہ ۶ھ میں مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ منورہ میں مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔

چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف عمرہ کی غرض سے مکہ مکرّمہ جا رہے تھے، اس لیے ان کے پاس جنگی ساز و سامان نہیں تھا، تلواریں ساتھ تھیں اور وہ بھی میان کے اندر۔ اس سفر میں اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھیں۔ مدینہ سے تقریباً ۱۲ کلومیٹر کے مفاصلے پر ایک مقام آتا ہے، جسے ''ذُوالحُلَیفَہ'' کہتے ہیں۔ اس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمرہ کے لیے نیت کر کے احرام باندھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صحابی حضرت بُسر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو اہلِ مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب سفر کرتے ہوئے مکہ مکرّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ''عُسفان'' کے مقام پر پہنچے تو حضرت بُسر بن سفیان رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ قریشِ مکہ اپنے سرداروں کے ساتھ مکہ کے باہر جمع ہو رہے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہرگز عمرہ ادا کرنے نہیں دیں گے اور اس کے لیے اگر جنگ کرنی پڑی تو وہ اس کے لیے بھی تیار ہیں۔

اس نئی صورتِ حال پیش آنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ انھوں نے رائے دی کہ سفر جاری رکھا جائے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ قریشِ مکہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا راستہ روکنے کی بھی کوشش کی گئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معروف راستہ چھوڑ کر پہاڑوں اور گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے ''حُدیبیہ'' کے مقام پر پہنچے۔ ''حُدیبیہ'' مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے۔

افہام و تفہیم کی کوشش: قریشِ مکہ کے ناپاک عزائم کو دیکھ کر سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بُدیل بن وَرقاء رضی اللہ عنہ کے ذریعے قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں، اس لیے ہمیں خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے چھوڑا جائے، مگر قریش نے بات نہ مانی۔ اس دوران بات چیت کا سلسلہ جاری رہا، لیکن کوئی بات طے نہ ہو پائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معاملے کو سلجھانے کے لیے اپنا خاص سفیر بنا کر بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قریشِ مکہ کو ہر ممکن طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد ہم سب واپس چلے جائیں گے۔ اہل قریش نے صرف اتنی لچک دکھائی کہ اگر آپ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) چاہیں تو عمرہ ادا کر سکتے ہیں، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغیر عمرہ ادا کرنا گوارا نہ کیا اور قریشِ مکہ کی پیشکش ٹھکرا دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب آنے میں دیر ہو گئی تو مسلمانوں کے اندر افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں شدید بے چینی اور غصے کی لہر دوڑ گئی۔

بیعتِ رضوان: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ "ہم یہاں سے اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے، جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ نہ لیں گے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک کر کے آتے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتے گئے۔ سورۂ فتح میں اس واقعے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ (الفتح:۱۸)

ترجمہ: "جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور جو ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا۔ تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انھیں جلد فتح عنایت کی"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بدعت کے اندیشہ کی وجہ سے اس ببول کے درخت کو کاٹ دیا گیا۔

صُلحِ حُدیبیہ اور اس کی شرائط: کفّارِ مکہ کو جیسے ہی اس بیعت کا علم ہوا، وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ قریش نے سُہیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ، جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو مسلمانوں سے مذاکرات کے لیے بھیجا۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد ایک معاہدہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان طے پایا، جس کے اسلام کی سربلندی کے لیے دوررس نتائج برآمد ہوئے۔ اس معاہدہ کو تاریخ اسلام میں "صلح حُدیبیہ" کہا جاتا ہے۔ اس صلح کی چند شرائط یہ تھیں:

- اس سال مسلمان بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں گے۔ آئندہ سال عمرہ کرنے کی اجازت ہو گی، لیکن مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔
- آئندہ سال جب مسلمان عمرہ کرنے آئیں گے تو کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں گے، سوائے تلواروں کے اور وہ بھی نیام کے اندر ہوں گی۔
- قریش کا کوئی شخص اگر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ جائے گا، تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔
- اگر کوئی مسلمان اسلام چھوڑ کر قریش کے پاس جائے گا، تو قریش اسے واپس مسلمانوں کے حوالے نہیں کریں گے۔
- مسلمان اور قریش دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔
- مسلمانوں اور قریش کے علاوہ دیگر قبائل کو آزادی ہو گی کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں شامل ہوں یعنی چاہیں تو وہ قریش کے ساتھ شمولیت اختیار کریں یا مسلمانوں کے ساتھ۔ وہ اپنے فیصلے میں خود مختار ہوں گے۔

مسلمانوں کی طرف سے صلح حُدیبیہ کا معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ بظاہر مذکورہ معاہدے میں اوپر دی گئی شرائط میں سے چند شرائط کے علاوہ باقی شرائط مسلمانوں کے خلاف تھیں اور مسلمان ان کے حق میں نہیں تھے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ دوررس نگاہ سے اس معاہدے کو مسلمانوں کے حق میں مفید سمجھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس معاہدے پر سختی سے پابند رہنے کی تلقین فرمائی۔

فتحِ مبین: اللہ تعالی نے اس صلح کو مسلمانوں کے لیے ''فتحِ مبین'' یعنی کھلی فتح قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح:۱)

ترجمہ: ''ہم نے تم کو فتح دی۔ فتح بھی صریح وصاف''۔

صُلح حُدیبیہ کے فوائد: اس معاہدے کے ذریعے مسلمانوں کو اس طرح فائدہ ہوا کہ:

(۱) مسلمانوں کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا۔

(۲) تجارتی قافلے آزادی سے آنے جانے لگے۔

(۳) اس دوران مشرکوں کو مسلمانوں کے اخلاص، حُسنِ عمل، نیکوکاری اور پاکیزہ اخلاق کے ساتھ ملنے جلنے کی وجہ سے اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کا موقعہ ملا۔

(۴) معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں کو اہلِ مکہ کی طرف سے جنگ سے بے فکر ہونے کی وجہ سے تبلیغِ اسلام کا بہتر موقعہ میسر آیا۔

(۵) یہ معاہدہ آگے چل کر فتحِ مکہ مکرّمہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایات پر عمل کیا اور اس کے بہتر نتائج نکلے۔ ہماری کامیابی کا دارومدار سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تابعداری پر ہے۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکمل تابعداری کریں گے، تو دنیا میں کامیابی اور آخرت میں یقینی فلاح پائیں گے۔

- صلح حُدیبیہ ذی قعدہ ۶ھ میں ہوا۔
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔
- قریشِ مکّہ نے فیصلہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں کسی بھی حال میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ کے قریب "حُدیبیہ" نامی مقام پر آ کر رک گئے۔ مسلمانوں اور قریش کے درمیان بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا۔
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر قریشِ مکہ کے ساتھ بات چیت کے لیے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کے درمیان یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔
- حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ببول کے ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات پر بیعت لی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں۔
- کفارِ مکہ کو اس بیعت کا علم ہوا، تو وہ صلح کرنے کے لیے آمادہ ہوگئے۔ قریش نے سہیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کو مسلمانوں سے مذاکرات کے لیے بھیجا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔
- اس معاہدے کی چند شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں اور مسلمان اس کے حق میں نہیں تھے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر سختی سے پابند رہنے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو مسلمانوں کے لیے "فتح مبین" قرار دیا۔
- یہ معاہدہ آگے چل کر فتحِ مکہ اور اشاعتِ اسلام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

- صُلحِ حُدیبیہ کی شرائط اور فوائد پر ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کریں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال کیا خواب دیکھا؟

(۲) بیعتِ رضوان کی اصل وجہ کیا تھی؟

(۳) کوئی بھی دو ایسی شرائط بتائیں جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے خلاف تھیں؟

(۴) قرآن مجید میں کس معاہدے کو "فتحِ مبین" قرار دیا گیا ہے؟

(۵) صُلحِ حُدَیبیہ کے کوئی بھی دو نتائج بیان کریں۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمرہ کرنے کے لیے احرام باندھنے کی نیت کس مقام پر کی؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور ﷺ نے اہلِ مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے جس صحابی کو بھیجا تھا، وہ تھے:

(الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ
(ب) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
(ج) حضرت بُسر بن سفیان رضی اللہ عنہ
(د) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(۲) حضور ﷺ نے جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی، وہ تھا:

(الف) کھجور کا درخت
(ب) بیر کا درخت
(ج) نیم کا درخت
(د) ببول کا درخت

(۳) حضور ﷺ مکہ مکرمہ جا رہے تھے:

(الف) تجارت کے لیے
(ب) عمرہ کے لیے
(ج) جنگ کے لیے
(د) اہل مکہ سے ملنے کے لیے

(۴) صلحِ حُدیبیہ کی شرائط بظاہر خلاف تھیں:

(الف) قریش کے
(ب) مسلمانوں کے
(ج) یہود و نصاریٰ کے
(د) مشرکین کے

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حدیبیہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ....کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(۲) مدینہ کے قریب ایک مقام آتا ہے، جسے.................. کہتے ہیں۔

(۳) صلحِ حُدیبیہ کی رو سے مسلمان اور قریش............تک جنگ نہ کرنے کے پابند کیے گئے۔

(۴) حضور ﷺ نے..............کو اپنا خاص سفیر بنا کر مذاکرات کے لیے کفار کے پاس بھیجا۔

(۵) قرآن پاک میں اس معاہدے کو فتح مبین یعنی..................قرار دیا گیا ہے۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- صلح حدیبیہ کے معاہدے کے شرائط مسلمانوں کے خلاف تھیں۔		
۲- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ببول کے درخت کے نیچے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔		
۳- حدیبیہ کے سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھیں۔		
۴- مسلمانوں کی طرف سے صلح حُدیبیہ کا معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔		
۵- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صلح کی غرض سے اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔		

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چودہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ	معاملے کو سلجھانے کے لیے اپنا خاص سفیر بنا کر بھیجا۔
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو	معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔
۳۔ قریش کا کوئی شخص اگر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ	یکم ذی قعدہ ۶ھ میں مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔
۴۔ مسلمانوں کی طرف سے صلح حُدیبیہ کا	جائے گا تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔

- اساتذہ کرام صلح حُدیبیہ کی مزید تفصیلات سے طلبہ و طالبات کو آگاہ کریں۔

مدینہ منورہ سے حج اور عمرہ کے لیے جانے والوں کے لیے احرام باندھنے کا میقات "مسجد ذو الحلیفہ"

۲۔ فرماں رواؤں کو دعوتِ اسلام

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نبی اکرم ﷺ نے اس وقت کے حکمرانوں کو جو خطوط لکھے، ان کے مقصد سے آگاہ ہو سکیں گے اور اس کی تشریح کر سکیں گے۔
- حضور ﷺ کی طرف سے جن اہم حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے گئے ان کے ناموں اور جن حکمرانوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور جنھوں نے اس دعوت کو رد کیا ان سے واقف ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- جو حکمران نبی ﷺ کے خطوط کے جواب میں ایمان تو نہیں لائے، مگر آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھوں نے تحفے تحائف روانہ کیے، ان سے آگاہ ہو کر تحریر کر سکیں گے۔
- سیرت طیّبہ کی روشنی میں معاشرتی زندگی میں دعوتِ اسلام کی اشاعت کے لیے خطوط تحریر کر سکیں گے۔

تعارف: نبی اکرم ﷺ قریشِ مکہ سے صلح حُدیبیہ کا معاہدہ کرنے کے بعد واپس مدینہ مُنوّرہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو قریشِ مکہ کی طرف سے کچھ اطمینان ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے اسلام کا پیغام دیگر ملکوں اور علاقوں تک پہنچانے کا عزم فرمایا ۔اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطورِ سفیر منتخب کیا، تاکہ وہ مختلف بادشاہوں کے پاس نبی کریم ﷺ کے اسلامی دعوت و تبلیغ کے خطوط لے کر جائیں۔ یہ سلسلہ آپ ﷺ نے ۶ ھ میں شروع فرمایا۔ جن حکمرانوں کو خطوط بھیجے گئے، ان میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱۔ شاہِ حبشہ نجاشی: جس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ حبشہ جسے آج کی جدید دنیا میں "ایتھوپیا" کے نام سے پکارا جاتا ہے، ایک افریقی ملک ہے اور اس وقت وہاں عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد تھے۔ حبشہ کے حکمران یا بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا خط مبارک حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو دے کر شاہِ حبشہ کے دربار میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس خط مبارک میں نجاشی کو اسلام کی دعوت دی۔ خط کا متن پڑھ کر بادشاہ احتراماً اٹھ کھڑا ہوا اور خط مبارک کو اپنی آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا۔ نجاشی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی، ایمان لایا اور تحائف کے ساتھ وہاں پناہ کے لیے آئے ہوئے پہلے ہی موجود مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف رخصت کیا۔ نجاشی بادشاہ "اصحمہ" کی وفات پر حضور ﷺ بہت افسردہ ہوئے تھے۔

۲- حاکمِ بحرین: بحرین جزیرۂ عرب میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست تھی، یہ کسریٰ ایر ان کے ماتحت تھی اور عرصۂ دراز سے یہاں پر ''مَناذِرہ'' نامی حکمرانوں کا سلسلۂ حکومت چلا آرہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جس وقت بحرین کے حاکم کو حضرت عَلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے خط مبارک بھیجا، اس وقت بحرین پر ''مُنذر بن ساویٰ'' حکمرانی کررہا تھا۔ مُنذر بن ساویٰ نے حضور ﷺ کا خط مبارک پڑھا اور بے حد متاثر ہوا اور ساتھ ہی اسلام قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوار لی۔

۳- شاہِ فارس: موجودہ ایران ایک قدیم ملک ہے، اس کا پرانا نام ''فارس'' تھا۔ اس کا حاکم کسریٰ کہلاتا تھا۔ فارس اس وقت ایک عظیم فوجی طاقت کا حامل ملک تھا اور اس وقت کی ایک عالمی طاقت (سپر پاور) کی حیثیت رکھتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب خطوط بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت فارس پر ''خسرو پرویز'' بادشاہت کررہا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حُذافہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خط مبارک دے کر بھیجا۔ جب خسرو پرویز کو خط پڑھ کر سنایا گیا تو غصے کے عالم میں نبی کریم ﷺ کا خط مبارک پھاڑ ڈالا اور کہا کہ ''میری رعایا میں سے ہوتے ہوئے اپنا نام میرے نام سے اوپر لکھتا ہے اور مجھے یوں لکھتا ہے''۔ حضور ﷺ کو جب شاہِ فارس (ایران) کی اس گستاخی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے گا''۔ نبی کریم ﷺ کا کہا ہوا حرف بہ حرف درست ثابت ہوا اور ۱۰ جمادی الاولیٰ سن ۷ھ کو بادشاہ کے اپنے ہی بیٹے شِیرَویہ نے بغاوت کرتے ہوئے اپنے باپ کو قتل کردیا اور خود بادشاہ بن کر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فارس (ایران) کو مکمل طور پر فتح کرنے کے بعد اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

۴- شاہِ مصر مقوقِس: نبی کریم ﷺ نے مصر کے بادشاہ ''مُقوقِس'' کو بھی دعوتِ اسلام کا خط مبارک حضرت حاطب بن ابی بَلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے بھیجا۔ مُقوقِس نے آپ ﷺ کے خط مبارک کا نہایت احترام کیا اور مؤدبانہ جواب بھی لکھا، مگر اسلام نہیں لایا۔ لیکن اس نے آپ ﷺ کے لیے نہایت قیمتی تحائف جن میں ایک عدد سفید خچر، ایک حبشی غلام اور دو کنیزیں بھیجیں، ایک کا نام 'ماریہ' اور دوسری کا 'سیرین' تھا اور یہ دونوں سگی بہنیں تھیں۔ ان دو کنیزوں میں سے ایک بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے حرم میں آئیں اور ''اُمُّ المؤمنین'' کہلائیں۔ جن سے حضور اکرم ﷺ کو ''ابراہیم'' بیٹا پیدا ہوا۔ اور سیرین حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئیں۔

۵- قیصر شاہِ روم: روم یورپ میں واقع ہے۔ یہ بھی فارس (ایران) کی طرح اپنے وقت کی عظیم مملکت اور طاقتور (سپر پاور) ملک تھا۔ روم کے حکمرانوں کو اس وقت ''قیصر'' کہا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے وقت قیصر شاہِ روم ''ہرقل'' تھا۔ ہرقل تک دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے نبی کریم ﷺ نے سفارت کے فرائض حضرت دِحیَہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔

حضور ﷺ کی طرف سے قیصرِ روم ہر قل کی طرف بھیجے ہوئے خط مبارک کا عکس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ
عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى
اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ
تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ
تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيّٖنَ وَ
يَآاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا
وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ
شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

قیصرِ روم ہر قل کی طرف بھیجے ہوئے خط مبارک کا
موجودہ رسم الخط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ یہ خط ہر قل کے نام ہے جو روم کا رئیس اعظم ہے۔ اس پر سلامتی ہو، جو ہدایت کا پیرو ہے۔ اس کے بعد! میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو دوگنا اجر دے گا اور اگر تو نے نہ مانا تو اہل ملک کا گنا ہ تیرے اوپر ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ، جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (اللہ کو چھوڑ کر) خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔

قیصرِ روم ہر قل کی طرف بھیجے ہوئے خط مبارک کا ترجمہ

حضرت دِحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ نے بصریٰ کے حاکم کے ذریعے ہرقل کو نبی کریم ﷺ کا خط مبارک بھجوایا۔ ہرقل کو جب یہ خط موصول ہوا تو اس وقت وہ بیت المقدس میں موجود تھا۔ اس نے حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اسلام سے متعلق چند معلومات حاصل کیں اور کچھ سوالات بھی پوچھے۔ ہرقل نے حکم دیا کہ اگر کوئی عرب باشندہ ہو تو اسے حاضر کیا جائے۔ اس وقت حضرت ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، تجارت کے سلسلے میں ایک قافلے کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ حضرت ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) اور اس کے ساتھیوں کو ہر قل کے دربار

میں لایا گیا۔ ہر قل نے ان سے اسلام اور نبی کریم ﷺ کے متعلق چند سوالات پوچھے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے جو حقیقت تھی وہ ٹھیک ٹھیک بیان کی اور نبی ﷺ کے کردار کی تعریف کی۔ ہر قل نے جواباً کہا کہ "جو کچھ تم نے بتایا اگر صحیح ہے تو بہت جلد میرے تخت پر اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ میں اگر عرب میں جا سکتا، تو ان کے پاؤں دھوتا۔"

ہرقل نے حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کی بہت عزت کی اور چند تحائف دے کر روانہ کیا، لیکن عیسائیوں کے ڈر اور حکومت چھن جانے کے خوف سے اسلام قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہا۔

اس کے علاوہ یمامہ کے حکمران ہوذہ بن علی کو بھی آپ ﷺ نے اپنا خط مبارک حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کے ذریعے بھجوایا تھا۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں دعوت اسلام اور تبلیغ و اشاعتِ دین کے لیے ہم بھی دوسروں کو زبانی دعوت کے ساتھ ساتھ خطوط کے ذریعہ بھی دعوت و تبلیغِ اسلام کے لیے کوشش کر کے فلاحِ دارین حاصل کریں۔

- ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ نے صُلح حُدیبیہ کے بعد اسلام کا پیغام دوسرے ممالک تک پہنچانے کا ارادہ فرمایا۔
- جن بادشاہوں کے پاس خطوط بھیجے گئے، ان میں سے چند یہ ہیں: شاہِ حبشہ، حاکم بحرین، شاہِ فارس، شاہِ مصر اور قیصر شاہِ روم۔
- نجاشی حضور ﷺ کا خط مبارک پڑھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا اور خط مبارک کو بوسہ دیا اور ایمان لایا۔
- بحرین کا حاکم مُنذر بن ساویٰ خط مبارک پڑھ کر بے حد متاثر ہوا اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوا۔
- شاہِ مصر مقوقس نے خط مبارک کا نہایت احترام کیا اور حضور ﷺ کے پاس قیمتی تحائف بھیجے، مگر ایمان کی دولت سے محروم رہا۔
- شاہِ فارس نے خط مبارک پھاڑ ڈالا۔
- قیصر شاہِ روم ہر قل کو جب خط مبارک ملا، تو حضور ﷺ کے متعلق حضرت ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) سے کچھ سوالات کیے تو اسے اسلام کی باتوں کے متعلق یقین ہو گیا، مگر ایمان نہیں لایا۔
- خطوط کے ذریعے دعوتِ اسلام کے لیے کوشش کرنا۔

- طلبہ و طالبات بادشاہوں اور ان کی طرف لے جانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کا چارٹ بنائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور ﷺ نے جن ملکوں کے سربراہوں کو خطوط بھیجے ان میں سے کم از کم تین حکمرانوں کے نام لکھیں۔

(۲) شاہِ حبشہ نے حضور ﷺ کے خط پر کیا ردّ عمل ظاہر کیا؟

(۳) خُسرو پرویز نے نبی پاک ﷺ کے خط مبارک کے جواب میں کیا کہا اور اس کا انجام کیا ہوا؟

(۴) کن ممالک کے حکمرانوں نے خط مبارک پڑھتے ہی اسلام قبول کر لیا؟

(۵) مصر کے حکمران نے حضور ﷺ کے لیے کون سے تحائف بھیجے؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حکمرانوں کو خطوط لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا:

(الف) ۵ھ کے آخر میں (ب) ۶ھ کے آخر میں
(ج) ۸ھ کے آخر میں (د) ۹ھ کے آخر میں

(۲) خسرو پرویز کو قتل کیا:

(الف) اس کی بیوی نے (ب) اس کے وزیر نے
(ج) اس کے بیٹے نے (د) اس کے بھائی نے

(۳) شاہِ حبشہ کے دربار میں حضور ﷺ نے سفیر بنا کر بھیجا:

(الف) حضرت دِحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کو (ب) حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو
(ج) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو (د) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو

(۴) ہرقل حکمران تھا:

(الف) مصر کا (ب) فارس کا (ج) روم کا (د) عراق کا

(۵)　حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر بھیجا گیا:

(الف) حاکمِ بحرین کے پاس　　(ب) شاہِ مصر کے پاس
(ج) شاہِ فارس کے پاس　　(د) شاہِ حبشہ کے پاس

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حبشہ کے حکمران یا بادشاہ کو .... کہتے ہیں۔
(۲) بحرین .... میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔
(۳) فارس کا حاکم .... کہلاتا تھا۔
(۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شاہِ مقوقس کو.................. کے ذریعے خط مبارک بھیجا۔
(۵) روم کے حکمرانوں کو اس وقت .... کہا جاتا تھا۔

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱- حبشہ کے حکمران کو	فارس تھا۔
۲- ایران کا قدیم نام	قتل کیا گیا۔
۳- خسرو پرویز کو	نجاشی کہتے تھے۔
۴- حبشہ کا موجودہ نام	بحرین ملک کا حکمران تھا۔
۵- مُنذر بن ساویٰ	ایتھوپیا ہے۔

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن ملکوں کے سربراہوں کو خطوط لکھے، ان ملکوں کو نقشے میں تلاش کر کے طلبہ وطالبات کے سامنے واضح کریں۔
- اساتذہ کرام طلبہ وطالبات سے دعوتِ دین کے سلسلے میں خطوط تیار کروائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہر مبارک کا عکس، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسلامی دعوت و تبلیغ کے لیے مختلف بادشاہوں کے پاس خطوط بھیجنے کے وقت لگایا کرتے تھے۔

۳۔ غزوۂ خیبر

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- غزوۂ خیبر کے پس منظر سے روشناس ہو کر وضاحت کر سکیں گے۔
- غزوۂ خیبر کے واقعات ونتائج کو جان کر سنا سکیں گے۔
- حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی بہادری اور غزوہ خیبر کی فتح کی تفصیلات سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- سیرت طیّبہ کی روشنی میں غزوہ خیبر کے واقعات سے سبق سیکھ کر دین کی سربلندی کے لیے کوشش کر سکیں گے۔

پس منظر: خیبر کی بستی مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً ۱۲۵ میل (۲۰۰ کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع تھی۔ نہایت ہی سرسبز وشاداب علاقہ تھا۔ کافی حصہ نخلستان پر مشتمل تھا۔ اس بستی میں یہودی آباد تھے۔ وہ ہمیشہ اسلام دشمنی اور سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہودی اسلام کو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

یہودیوں اور قبیلہ بنو غطفان کی اسلام دشمنی: مدینہ منورہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ ''بَنُو نَضِیر'' آباد تھا۔ آئے دن اسلام کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر کی اسلام مخالف سازشوں کی وجہ سے اسے مدینہ منوّرہ سے نکال دیا تو اس قبیلے نے بھی خیبر میں جا کر پناہ لی اور اس کو اپنا مرکز بنالیا۔

خیبر کے قریب ہی ایک اور قبیلہ ''بَنُو غَطفان'' بھی آباد تھا۔ یہ قبیلہ بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے رہتا تھا۔ اسلام دشمنی میں یہ بھی یہودیوں کا حلیف بن گیا۔ یہ سب قبائل اسلام دشمنی پر متحد ہو گئے اور اسلام کے خلاف

سازشوں میں مصروف ہوگئے۔ ان کے پاس مضبوط قلعے، بے شمار جنگی ساز و سامان اور وافر مقدار میں کھانے پینے کے ذخائر موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب یہودیوں کے ان عزائم کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خفیہ طریقہ سے تحقیق کرنے کے لیے خیبر بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت رازداری کے ساتھ معلومات جمع کیں اور سازشوں کی تصدیق کر دی۔
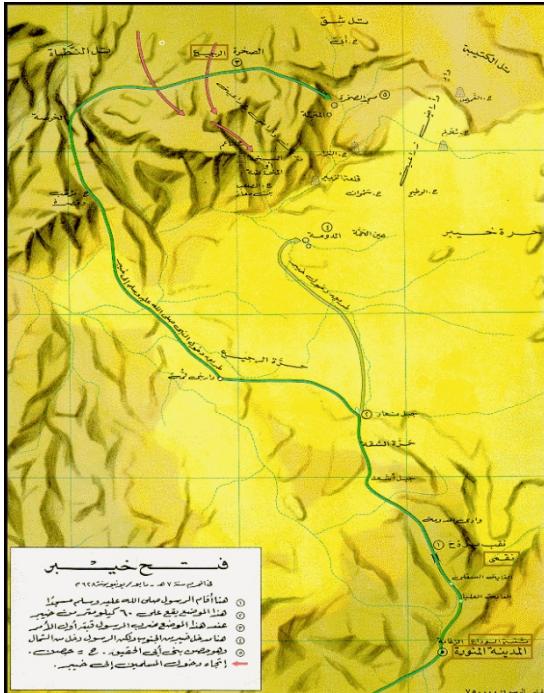
واقعات:

- **حضور ﷺ کی خیبر روانگی:** جب حضور ﷺ کو یہودیوں کی سازشوں کا یقین ہو گیا تو آپ ﷺ نے سازشوں کا خاتمہ کرنے کا تہیہ فرمایا۔ آپ ﷺ معاہدہ حُدیبیہ کرنے کے بعد جب واپس مدینہ طیبہ آئے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور محرم ۷ھ کے چند دن بعد ہی آپ ﷺ نے اہلِ خیبر کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صلح حُدیبیہ میں میرے ساتھ موجود تھے، وہ اس جہاد میں شریک ہوں گے۔ لہٰذا محرم ۷ھ میں آپ ﷺ غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ ۱۲۰۰ پیادہ اور ۲۰۰ سواروں کے دستے موجود تھے۔ اس غزوہ میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، جنھوں نے مکی دور میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس غزوہ میں اُمُّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر متعدد صحابیات بھی شریک تھیں۔
- رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلول نے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرتے ہوئے یہودیوں کو اپنے مخبروں کے ذریعے کہلا بھیجا کہ حضرت محمّد ﷺ تم سے جنگ کرنے آ رہے ہیں۔ نہ تو ان کی تعداد زیادہ ہے اور نہ ہی ان کے پاس سامان حرب اور ہتھیار زیادہ ہیں، لہٰذا انھیں کچل دو اور ان کا خاتمہ کر دو۔
- **حضور ﷺ کی حکمتِ عملی:** نبی کریم ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل کر اس جگہ پہنچے جہاں بنو غطفان کے قبائل آباد تھے۔ آپ ﷺ نے حکمت عملی اپناتے ہوئے تھوڑا مزید آگے جا کر ''وادئ رجیع'' میں پڑاؤ ڈالا۔ عسکری نقطۂ نظر سے یہ ایک ایسا علاقہ تھا، جو بنو غطفان اور خیبر کے درمیان واقع تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یہودیوں کو مزید تازہ کمک کا راستہ مسدود کر دیا۔ حالانکہ بنو غطفان کے دس ہزار افراد یہودیوں کی مدد کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

- **خیبر پر چڑھائی:** رات کے وقت اسلامی لشکر خیبر کے مقام پر پہنچا، اس وقت اہل خیبر خواب غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ صبح جب بیدار ہوئے اور اپنی کھیتی باڑی کے لیے نکل رہے تھے، تو اچانک ہر طرف اسلامی لشکر کو پھیلتے دیکھ کر خوف کے عالم میں شہر کی طرف دوڑے اور شور مچایا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے لشکر سمیت آ پہنچے ہیں۔ وہ بھاگتے ہوئے اپنے قلعوں میں جا چھپے۔ یہودیوں کے کل آٹھ قلعے تھے، ان میں سے ایک قلعہ ''ناعم'' بھی تھا، جس میں یہودیوں نے سامانِ رسد جمع کر رکھا تھا۔ مسلمانوں نے پہلے اسی قلعہ پر حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے قلعہ ناعم بآسانی فتح ہو گیا، اس کے بعد دیگر چھوٹے بڑے قلعے فتح ہوتے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت: یہودیوں کا سب سے مضبوط اور بڑا قلعہ ''قَمُوص'' تھا، جس میں بہادر اور دلیر پہلوان اور بڑے بڑے سردار جمع تھے۔ مسلمانوں نے کئی مرتبہ قلعۂ قموص پر چڑھائی کی، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ یہودیوں کا مشہور پہلوان ''مَرْحَب'' اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں کل جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی محبت کرتے ہیں''۔ صبح ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ جھنڈا اسے ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا لعابِ دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کو ایک دم شفاء نصیب ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم دے کر مرحب کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اسلامی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو پہلے اسلام کی دعوت دی، جسے مرحب نہایت غرور کے ساتھ ٹھکرا کر یہ شعر پڑھتا ہوا آگے بڑھا:

خیبر کا قلعہ قموص

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ   شَاكِي السِّلاَحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

إِذَا اللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔ جب شیر آتے ہیں تو گرجتے ہیں''

حضرت علی رضی اللہ عنہ مرحب کے مقابلے میں یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ
أُوفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

"میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح خوفناک، میں انھیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا"

پھر فوراً ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر تلوار کا ایسا زوردار وار کیا کہ وہ وہاں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے قتل ہوتے ہی یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے مگر اس کے باوجود وہ مختلف قلعوں میں بند ہو کر مسلمانوں سے مقابلے کی کوشش کرتے رہے، مگر مسلمانوں نے کہیں بھی ان کے قدم جمنے نہ دیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتیبہ علاقے کا بھی محاصرہ کیا۔ ۱۴ روز کے محاصرے کے بعد دشمن بے بس ہو گیا۔

نتائج: غزوۂ خیبر سے یہ نتائج حاصل ہوئے:

- یہودی اپنے باغات، زمین اور تمام ملکیت چھوڑ کر اپنے بال بچوں کو لے کر خیبر چھوڑ کر چلے گئے۔
- مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔
- مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشحال ہو گئے۔
- یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنی سرزمین میں رہنے دیں، ہم زمین، باغات اور کھیتوں کا کام اور دیکھ بھال کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی یہ درخواست منظور فرمائی اور یہ فیصلہ فرمایا کہ کھیتوں اور پھلوں کی آدھی پیداوار یہودیوں کو ملے گی۔
- غزوہ خیبر میں کل ۹۳ یہودی ہلاک ہوئے، جب کہ چند مسلمان شہید ہوئے۔
- اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت ملا، جس میں سے نصف مالِ غنیمت مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا گیا اور نصف سرکاری خزانے میں جمع کر دیا گیا۔
- غزوہ خیبر کے بعد اسلام مزید تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا اور لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

غزوۂ خیبر سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف علَمِ بغاوت کھڑا کرنا اور ان کے خلاف سازشوں میں مصروف رہنا دنیا اور آخرت میں خواری اور ذلت کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے کہ عزت اور غلبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، دین کی سربلندی اور ان کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہیں اور فلاحِ دارین حاصل کریں۔

سبق کا خلاصہ

- خیبر ایک بستی کا نام ہے، جو مدینہ کے شمال میں ۲۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔
- خیبر میں یہودی آباد تھے۔ وہ ہمیشہ اسلام دشمنی اور سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔
- مدینہ کے قریب قبیلہ غطفان آباد تھا، یہ قبیلہ بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے تھا۔
- خیبر میں یہودیوں کے پاس مضبوط قلعے، بے شمار جنگی سازوسامان اور وافر مقدار میں کھانے پینے کے ذخائر موجود تھے۔
- حضور ﷺ نے یہودیوں کے عزائم سے باخبر ہونے کے بعد خفیہ طریقے سے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق کرنے کے لیے خیبر بھیجا۔
- صلحِ حُدیبیہ کو صرف چند دن گزرے تھے کہ حضور ﷺ نے اہلِ خیبر کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محرم ۷ھ میں غزوہ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔
- یہودیوں کے آٹھ قلعے تھے۔ مسلمانوں نے ''ناعم'' قلعے پر پہلے حملہ کیا، وہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ اس کے بعد دیگر چھوٹے بڑے قلعے فتح ہو گئے۔
- یہودیوں کا سب سے بڑا قلعہ ''قَموص'' تھا۔ وہ آسانی سے فتح نہیں ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہاں مقابلے کے لیے بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے بہادر پہلوان مرحب کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ مرحب کے قتل ہوتے ہی یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔
- غزوہ خیبر میں ۹۳ یہودی ہلاک ہوئے، جبکہ چند مسلمان شہید ہوئے۔

- غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سامنے جو شعر پڑھا تھا، وہ اپنی اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

غزوہ خیبر میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) قبیلۂ بنو نضیر نے خیبر کو اپنا مرکز کیوں بنایا؟

(۲) حضور ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیوں فرمایا؟

(۳) یہودیوں کا سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ کون سا تھا؟

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب کے درمیان کن اشعار کا تبادلہ ہوا؟

(۵) غزوۂ خیبر سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۲- درست جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) خیبر مدینہ کے شمال میں واقع تھا:

(الف) ۲۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر | (ب) ۳۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر

(ج) ۴۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر | (د) ۵۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر

(۲) حضور ﷺ نے جس وادی میں پڑاؤ ڈالا، اس کا نام تھا:

(الف) وادئ طائف | (ب) وادئ رجیع

(ج) وادئ بطحاء | (د) وادئ عُسفان

(۳) حُدیبیہ سے واپسی پر حضور ﷺ نے مدینہ میں قیام فرمایا:

(الف) ۱۰ دن | (ب) ۱۲ دن

(ج) ۱۵ دن | (د) ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور محرم کے چند دن

(۴) غزوۂ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں تو حضور ﷺ نے:

(الف) پانی لگایا | (ب) لُعابِ دہن لگایا

(ج) شہد لگایا | (د) سرمہ لگایا

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) سب سے پہلے غزوہ خیبر میں قلعہ.................... پر حملہ کر کے فتح کیا گیا۔

(۲) غزوہ خیبر کے لیے حضور ﷺ محرم.................... میں روانہ ہوئے۔

(۳) یہود کے کل.................... قلعے تھے۔

(۴) عبداللہ بن اُبیّ کو.................... کہا جاتا ہے۔

(۵) خیبر کے قریب ہی ایک اور قبیلہ.................... آباد تھا۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ خیبر کے یہودی ہمیشہ اسلام دشمنی اور سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔		
۲۔ قبیلہ ''بنُو غطفان'' مسلمانوں کا حلیف تھا۔		
۳۔ حضور ﷺ نے اہلِ خیبر کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔		
۴۔ غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو قتل کیا۔		
۵۔ غزوہ خیبر میں ۹۳ مسلمان شہید ہوئے۔		

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ خیبر کے قریب ہی ایک اور قبیلہ	۹۳ یہودی ہلاک ہوئے۔
۲۔ یہودیوں کا سب سے مضبوط	بنو غطفان بھی آباد تھا۔
۳۔ حضور ﷺ نے کتیبہ	مرحب کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔
۴۔ غزوہ خیبر میں کل	اور بڑا قلعہ قموص تھا۔
۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے بہادر پہلوان	علاقے کا بھی محاصرہ کیا۔

ہدایت برائے اساتذہ

- قلعہ قموص کی فتح سے متعلق طلبہ و طالبات کو تفصیل سے آگاہ کریں۔

باب چہارم

اخلاق و آداب

تعارف

دینِ اسلام میں عقائد اور عبادات کے بعد اخلاق و آداب کی بڑی اہمیت ہے۔

اَخلاق ''خُلُق'' کی جمع ہے۔ خُلق ان عادتوں کو کہا جاتا ہے، جو مضبوط اور پکی ہوں۔ وہ اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بُری بھی۔ اچھی عادتوں کو ''اخلاقِ حَسنہ'' اور بُری عادتوں کو ''اخلاق سَیّئہ'' کہا جاتا ہے۔

اخلاق سے مراد وہ تعلیمات ہیں، جن کا تعلق اپنی ذات کو سنوارنے اور پاک و صاف بنانے سے ہو مثلاً طہارت و پاکیزگی، صداقت و امانت کی صفات وغیرہ اور اسی طرح وہ تعلیمات، جن کا تعلق بندوں کے حقوق و فرائض سے ہو۔ مثلاً والدین، اولاد، اساتذہ اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق۔

آداب ''اَدب'' کی جمع ہے۔ اَدب کے معنی ہیں عمدہ تربیت، رنگ ڈھنگ، کسی کام کرنے کے طریقے۔ ''آداب'' سے مراد وہ اقوال اور افعال ہیں جو اچھے اور قابلِ تعریف ہوں۔ مثلاً رہنے سہنے، کھانے پینے، مجلس، سلام اور گفتگو کے آداب وغیرہ۔

دنیا کے تمام مذاہب میں اخلاق کو مذہب کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے اخلاقِ حَسنہ کو اپنی تعلیمات میں بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے اور برے اخلاق سے اپنی اُمّتوں کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد اخلاق کو سنوارنا ہی قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

ترجمہ: ''میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں''

اخلاق وآداب کے باب میں طہارت و پاکیزگی، صداقت، امانت، احسان، ملک و مِلّت کے لیے ایثار کا جذبہ، والدین، اولاد، اساتذہ اور پڑوسیوں کے حقوق (حقوق العباد) پر تعلیمات کے لیے اسباق شامل کیے گئے ہیں۔ یہ وہ اسباق ہیں، جن کا تعلق اخلاقِ حَسنہ، اوصافِ محمودہ، صفاتِ جمیلہ اور آداب سے ہے، تاکہ طلبہ و طالبات ان سے واقف ہو کر قرآن مجید اور سُنّت نبوی کی روشنی میں ان پر عمل کریں اور معاشرتی زندگی میں سچا اور با اخلاق مسلمان بننے کی کوشش کریں اور حقوق العباد کا علم حاصل کرنے کے بعد ان تمام کے حقوق پورے کرنے کی کوشش کرتے رہیں، تاکہ معاشرتی زندگی میں سب افراد عزت، سکون اور خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔
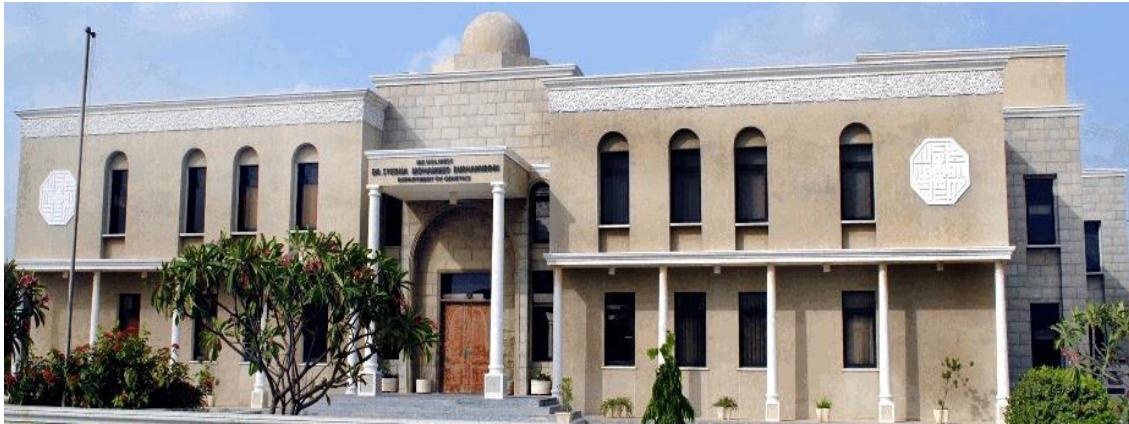
کراچی یونیورسٹی: سندھ کی مشہور تعلیمی درسگاہ۔

۱- طہارت و پاکیزگی

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- طہارت و پاکیزگی کے معنی، مفہوم اور اہمیت سے روشناس ہو کر تفصیل سے بیان کر سکیں گے۔
- پاک صاف رہنے کے فوائد سے متعلق آگاہ ہو کر خود پاک و صاف رہنے کی کوشش کر سکیں گے۔
- طہارت و پاکیزگی پر عمل کرتے ہوئے معاشرتی زندگی میں پاکیزہ مسلمان بننے کی کوشش کر سکیں گے۔
- ماحول کو آلودگی سے بچانے کی کوشش کر سکیں گے۔

طہارت کے معنی و مفہوم: طہارت کے معنی ہیں پلیدی، میل کچیل اور گندگی سے پاک ہونا۔ یہ لفظ لغوی معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ ان تمام اقسام پر ''طہارت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی میں طہارت کے مقابلے میں ''نجاست'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ہیں پلیدی، گندگی، میلا اور گندا ہونا۔ طہارت سے ہر قسم کی پاکی مراد ہے۔ اس میں جسم، لباس، قول (بات چیت) فکر، خیال اور آس پاس و ماحول ان سب کی پاکی اور صفائی یہ سب آجاتی ہیں۔

طہارت و پاکیزگی کی اہمیت: اسلامی روایات و اقدار زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ دینِ اسلام نے ہمیں جو اصول و ضوابط دیے ہیں، ان پر کاربند ہو کر ہم ایک اعلیٰ مثالی معاشرے کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں پاکیزگی اور صفائی پر زور دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت بھی بتائی گئی ہے۔ لباس انسان کا آئینہ ہوتا ہے۔ اگر صاف ستھرا لباس ہوگا، تو وہ ہر کسی کا مرکزِ نگاہ ہوگا۔ جب کہ میلے کچیلے اور گندے لباس سے انسانی شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جسم، لباس، گھر اور علاقہ کو گندگی اور غلاظت سے پاک رکھنا ہم سب کا فرض ہے، کیوں کہ یہ سب طہارت و پاکیزگی کا حصہ ہیں۔ طہارت و پاکیزگی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (التوبہ: آیت ۱۰۸)

''اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

طہارت وپاکیزگی کی اہمیت کو اگر مدِّ نظر رکھا جائے، تو اس میں بھی اسلام نے بڑی حکمت رکھی ہے۔ اگر ہم جسمانی طور پر پاک اور صاف رہیں گے، گھر اور محلے کو صاف ستھرا رکھیں گے، تو صفائی کا اثر ہمارے دلوں پر پڑے گا۔ ہمارے دل بُری عادتوں سے صاف ہو جائیں گے۔ ہمارے ظاہر کا اثر باطن پر پڑے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی بیماریوں اور موذی امراض سے محفوظ رہیں گے۔ پاکیزگی وصفائی کی تو اس قدر اہمیت بتائی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

''طہارت (پاکیزگی) ایمان کا حصہ ہے''

ہمارے پیارے نبی ﷺ پاکیزگی اختیار کرنے میں اعلیٰ نمونہ تھے اور اپنی امت کو پاک وصاف رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ جسمانی صحت کا دارو مدار صفائی اور پاکیزگی پر ہے اور پاک وصاف رہنے کی وجہ سے دل ودماغ صحتمند رہتے ہیں اور اچھی باتیں سوچ میں آتی ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

اسلام نے صفائی، پاکیزگی وطہارت سے متعلق ہمارے لیے چند اہم رہنما اصول وضع کیے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ہم دین ودنیا دونوں میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

طہارت کے اصول وفوائد:

- طہارت وپاکیزگی اختیار کرنے سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔
- طہارت وپاکیزگی اختیار کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔
- نماز جیسی اہم عبادت کا دار و مدار طہارت وپاکیزگی پر ہے۔ طہارت وپاکیزگی کے بغیر نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح اور قبول نہیں ہوتی۔
- طہارت وپاکیزگی اختیار کرنے والے انسان کو لوگ پسند کرتے ہیں اور صفائی نہ کرنے والے شخص سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔
- مسجد میں باوضو رہنے والے (طہارت والے) شخص کے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ناپاکی اختیار کرنے کی صورت میں فرشتے دور ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں ختم کرتے ہیں۔
- اسلام نے منہ اور دانتوں کی صفائی پر زور دیا ہے۔ مسواک کی اہمیت اور فضیلت کئی احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ ''مسواک کرنا، مُنہ کی صفائی اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے''۔
- لباس صاف ستھرا اور پاک صاف ہونا چاہیے۔
- اسلام نے جہاں جسم ولباس کی صفائی پر زور دیا ہے، وہاں ذہنی، باطنی اور روحانی پاکیزگی کا بھی درس دیا ہے۔

- صاف ستھرا اور پاکیزہ ماحول، اچھی صحبت، اور برے ماحول سے اجتناب ایک طرف انسانی عادات واطوار اور اس کے خیالات پر اچھا اثر ڈالتے ہیں تو دوسری طرف انسان سے اچھے اعمال صادر ہوتے ہیں۔
- طہارت اور پاکیزگی اپنانے سے ارد گرد کا ماحول صاف ستھرا رہتا ہے، ماحولیاتی آلودگی میں بھی خاطر خواہ کمی واقع ہوتی ہے۔

ہمیں اس سے یہ سبق ملا کہ طہارت و پاکیزگی اور صفائی کا خاص خیال رکھیں اور قرآن مجید اور پیارے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور احادیث مبارکہ پر دل وجان سے عمل کریں اور دنیوی واخروی زندگی کو کامیاب بنائیں۔

- اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں ہدایات دی ہیں۔ ان میں "طہارت و پاکیزگی" بھی شامل ہے۔ اسلام نے طہارت و پاکیزگی اور صفائی کی بڑی تاکید کی ہے۔
- طہارت و پاکیزگی میں بدن، لباس، گھر، محلہ، علاقہ ان سب کو صاف رکھنا اور ان کو میل کچیل اور گندگی سے محفوظ رکھنا شامل ہیں۔
- اللہ تعالیٰ پاکیزگی اور صفائی کو پسند فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "اللہ پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔
- حضور ﷺ نے صفائی کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے طہارت کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔

- "طہارت و پاکیزگی" پر مضمون اپنے اپنے الفاظ میں لکھ کر اپنے اساتذہ کو دکھائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) طہارت و پاکیزگی سے کیا مراد ہے؟

(۲) طہارت و پاکیزگی کی اہمیت بیان کریں۔

(۳) پاک وصاف رہنے کے کوئی بھی دو فائدے بیان کریں۔

(۴) حضور ﷺ نے طہارت و پاکیزگی سے متعلق کیا ارشاد فرمایا؟

(۵) طہارت و پاکیزگی سے متعلق اسلام کے رہنما اصولوں میں سے کوئی بھی تین اصول ذکر کریں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے سے انسان محفوظ رہتا ہے:

(الف) غُربت سے　　(ب) بیماریوں سے

(ج) بری عادتوں سے　　(د) سُستی و کاہلی سے

(۲) مسواک کرنے سے صاف ہوتے ہیں:

(الف) کان اور منہ　　(ب) ناک اور کان

(ج) منہ اور دانت　　(د) ہاتھ اور منہ

(۳) ہم سب کو طہارت و پاکیزگی سے متعلق:

(الف) خاص خیال رکھنا چاہیے　　(ب) اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے

(ج) نفرت کرنی چاہیے　　(د) خاص خیال نہیں رکھنا چاہیے

(۴) مسجد میں باوضو رہنے والے شخص کے لیے دعا کرتے ہیں:

(الف) انسان　　(ب) جنّ　　(ج) فرشتے　　(د) حیوانات

(۵) طہارت و پاکیزگی کے لیے حدیث میں ہے:

(الف) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ　　(ب) اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

(ج) لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ　　(د) لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) عربی میں طہارت کے مقابلے میں .... کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) طہارت سے ہر قسم کی .... مراد ہے۔

(۳) اسلام میں پاکیزگی و .... پر زور دیا گیا ہے۔

(۴) ہمارے پیارے نبی ﷺ پاکیزگی اختیار کرنے میں .... تھے۔

(۵) طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے سے انسان .... سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ طہارت کے معنی ہیں پلیدی، میل کچیل اور گندگی۔	☐	☐
۲۔ لباس، گھر اور علاقہ کو گندگی سے پاک رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔	☐	☐
۳۔ طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے سے انسان بیمار رہتا ہے ۔	☐	☐
۴۔ نماز جیسی اہم عبادت کا دار و مدار طہارت و پاکیزگی پر ہے ۔	☐	☐

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو	آئینہ ہوتا ہے۔
۲۔ لباس انسان کا	حصہ ہے۔
۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کو	طہارت و پاکیزگی کا خاص خیال رکھیں۔
۴۔ طہارت ایمان کا	پسند کرتا ہے۔
۵۔ ہم سب کو چاہیے کہ	پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

- طلبہ و طالبات کے درمیان ”طہارت و پاکیزگی“ کے موجودہ دور میں فوائد اور نہ کرنے کے نقصانات کے موضوع پر تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

۲۔ صداقت

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- صداقت کے معنی و مفہوم اور اہمیت کو سمجھ کر وضاحت کر سکیں گے۔
- سچائی کے بارے میں قرآنی آیات و احادیث نبوی سے آگاہ ہو کر اسے لکھ سکیں گے۔
- سچائی کی معاشرتی اہمیت (فوائد) سے واقف ہو کر عمل کر سکیں گے اور عملی زندگی میں صالح معاشرہ بنانے کی کوشش کر سکیں گے۔

صداقت کے معنی و مفہوم: صداقت ''صِدق'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں سچ بولنا، بات کو حقیقت کے مطابق بیان کرنا۔ عام طور پر ''صداقت'' کے معنی سچائی اور راست بازی سے کیے جاتے ہیں۔ صداقت سے مراد کوئی بھی آدمی بات کو اس طرح بیان کرے، جس طرح اس کا حقیقت میں وجود ہو۔ اگر کسی بھی بات کو حقیقت کے خلاف بیان کیا جائے گا تو اس کو عربی میں ''کِذب'' کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ''جھوٹ''۔ سچ بولنے والے کو ''صادق'' اور جھوٹ کہا جاتا ہے بولنے والے کو ''کاذب'' کہا جاتا ہے۔

صداقت کی اہمیت: قرآن مجید میں کئی مقامات پر توحید اور عبادات کے بعد اخلاقیات پر خاص زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد اچھے اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے۔ اچھے اخلاق میں سے ایک اہم خُلق ''صداقت'' بھی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں صداقت کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ (سورۃ الزمر: آیت ۳۳)

''اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں''

صداقت انسانی خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی ہے۔ یعنی ہمیشہ سچ بولا جائے۔ صداقت تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس کی وجہ سے انسان میں تمام اخلاقی خوبیاں جمع ہو جاتی ہیں اور تمام اخلاقی برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ انسان میں سچ بولنے کی عادت ہو گی تو یہ عادت اس کو ہر برے کام سے روکتی رہے گی۔ یہ صفت دوسری اخلاقی صفات

کی طرح نبی ﷺ میں نہایت اعلیٰ درجے پر موجود تھی۔ آپ ﷺ بعثت سے پہلے بھی ''صادق'' کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر نبی اور پیغمبر سچائی کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہوتا ہے۔ نبوت ملنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے سخت مخالف بھی آپ ﷺ کی سچائی کی گواہی دیتے تھے۔

ایک حدیث مبارک میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن کے اندر تمام خرابیوں کے پائے جانے کا امکان ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے'' اس حدیث مبارک سے یہ مفہوم نکلا کہ جتنی بھی برائیاں ہیں، وہ خیانت اور جھوٹ کے مقابلے میں کم تر ہیں۔ خیانت اور جھوٹ سب برائیوں کے مقابلے میں بڑھ کر ہیں۔ مؤمن کو ہمیشہ صداقت کا دامن تھامے رکھنا چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۹)

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو''۔

صداقت کے فوائد: جھوٹ سے نفرت کرنا اور سچ بولنا کتنی اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ دورِ نبوی کے اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول! میرے اندر چار بُری خصلتیں ہیں: چوری کرنا، شراب پینا، بدکاری کرنا اور جھوٹ بولنا۔ میں کس طرح ان برائیوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے صرف اتنا کہا کہ ''جھوٹ چھوڑنے کا وعدہ کر لو''۔ اس شخص نے عہد کر لیا۔

اس شخص کو رات میں بار بار چوری، بدکاری اور شراب پینے کا خیال آیا۔ مگر یہ خیال کرتے ہوئے رُک گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ پوچھیں گے تو انھیں کیا جواب دوں گا؟ اگر سچ بولوں گا تو شراب نوشی اور دیگر برائیوں کی سزا جاری ہو گی۔ اگر میں آپ ﷺ سے جھوٹ بولوں گا تو عہد کے خلاف ہو جائے گا۔ جب وہ شخص صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ یا رسول اللہ! جھوٹ سے بچنے کی وجہ سے میری ساری برائیاں ختم ہو گئیں۔

مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں سچائی اور صداقت کی عادت اپنائی جائے خاص طور پر کاروبار اور تجارت کے معاملے میں سچائی سے کام لینا نہایت اہم ہے۔ احادیث مبارکہ میں کاروبار میں سچ بولنے کی فضیلت اور جھوٹ بولنے پر بڑی وعید آئی ہے۔ صداقت اپنانے سے اللہ تعالیٰ کاروبار میں برکت عطا فرماتا ہے۔ سچ بولنے والے تاجر کا اسلام میں بڑا مقام بتایا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ ہو گا''۔

صداقت کی معاشرتی اہمیت اور فوائد:

- سچے شخص کو معاشرے میں اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔
- سچ بولنے والے شخص کی باتوں پر معاشرہ اعتبار کرتا ہے۔
- صداقت کی عادت اپنانے سے انسان تمام برائیوں سے بچ جاتا ہے۔
- صداقت کی راہ اختیار کرنے سے ایمان اور نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے۔
- صداقت اختیار کرنے سے قلب مطمئن رہتا ہے، جب کہ جھوٹ پریشانی اور بے چینی کا سبب ہے۔
- جھوٹ بولنے والے شخص کی لوگوں میں کوئی قدر نہیں ہوتی۔
- صداقت نجات کا ذریعہ ہے جب کہ جھوٹ تباہی کی طرف پہنچاتا ہے۔
- صداقت کی صفت اختیار کرنا جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ کی عادت سے انسان جہنم کا حقدار بن جاتا ہے۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ ہم اپنی زندگی میں سچائی و صداقت کو شامل کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضور ﷺ کی سنت مبارکہ کو اپنائیں۔ اسی میں ہم سب کی کامیابی اور فلاح ہے اور معاشرے کی معاشی و اخلاقی ترقی کا مدار ہے۔

- صداقت کے معنی ہیں سچائی۔ اخلاقِ حسنہ میں سے سچائی ایک اعلیٰ صفت ہے۔
- اسلام نے ہمیں سچ بولنے کی نہایت تاکید کی ہے اور جھوٹ بولنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔
- صداقت کی راہ اختیار کرنے سے ایمان اور نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے۔

- قرآن مجید کی آیت "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ" کے الفاظ کو بمع ترجمہ خوش خطی سے لکھ کر کلاس میں آویزاں کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) صداقت سے کیا مراد ہے؟

(۲) صداقت کے بارے میں قرآن پاک کی کسی ایک آیت کا ترجمہ لکھیں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے کیا کہا؟

(۴) صداقت کے کوئی بھی تین فوائد بیان کریں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اسلام نے ہمیں رہنے کا حکم دیا ہے:

(الف) بہادروں کے ساتھ　　(ب) تاجروں کے ساتھ

(ج) سچے لوگوں کے ساتھ　　(د) جھوٹے لوگوں کے ساتھ

(۲) نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور تھے:

(الف) صداقت میں　　(ب) شجاعت میں　　(ج) دولت میں　　(د) تجارت میں

(۳) سچ بولنے والے کو کہتے ہیں:

(الف) کاذب　　(ب) صادق　　(ج) امین　　(د) تاجر

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں.................... کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

(۲) سچ بولنا انبیاء علیہم السلام کی.................... ہے۔

(۳) سچے مسلمان میں خیانت اور .... جیسی خرابیاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔

(۴) کاروبار اور تجارت کے معاملے میں.................... سے کام لینے کا نہایت تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- سچے اور صادق شخص کو معاشرے میں اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔		
۲- صداقت کی عادت اپنانے سے انسان تمام برائیوں سے بچ جاتا ہے۔		
۳- جھوٹ کی راہ اختیار کرنے سے ایمان اور نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے۔		
۴- صداقت کی صفت اختیار کرنا جنت کی طرف لے جاتی ہے۔		
۵- اخلاقِ حَسنہ میں سے جھوٹ ایک اعلیٰ صفت ہے ۔		

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ سچ بولنے والے کو "صادق" کہا جاتا ہے اور	تمام اخلاقی خوبیاں جمع ہو جاتی ہیں۔
۲۔ اچھے اخلاق میں سے ایک اہم خُلق	پائے جانے کا امکان ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے"۔
۳۔ صداقت کی وجہ سے انسان میں	کاروبار میں برکت عطا فرماتا ہے۔
۴۔ "مؤمن کے اندر تمام خرابیوں کے	جھوٹ بولنے والے کو "کاذب" کہا جاتا ہے۔
۵۔ صداقت اپنانے سے اللہ تعالیٰ	"صداقت" یعنی سچائی بھی ہے۔

- طلبہ وطالبات کے سامنے سچائی پر احادیث میں بیان کیے گئے فضائل بیان کریں۔

۳۔ امانت

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- امانت کے معنی، مفہوم اور اہمیت سے آگاہ ہو کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے امانت کے بارے میں آئے ہوئے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کر سکیں گے اور صالح معاشرہ بنانے میں کردار ادا کر سکیں گے۔

امانت کے معنی اور مفہوم: امانت کا لفظ ''امن'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں سکون، اطمینان اور امان۔ ''ایمان'' کا لفظ بھی ''امن'' سے ہی نکلا ہے۔ امانت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں صاف اور ایماندار ہو اور جس کا کسی پر کتنا ہی حق ہو، وہ اس کو پوری دیانت اور ایمانداری سے ذرہ ذرہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو شریعت مقرر فرمائی ہے، اس پر امانت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ امانت کے مقابلے میں ''خِیانۃ'' کا لفظ آتا ہے، خیانت کے معنی ہیں امانت میں ہیرا پھیری کرنا، عہد و قرار کو پورا نہ کرنا۔

اسلام نے دینی احکام اور دنیاوی معاملات دونوں میں اپنے پیروکاروں کو اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا ہے، جن میں ایک ''امانت'' بھی ہے۔ اسلام میں امانت سے مراد کوئی شخص اپنی کوئی بھی چیز کسی دوسرے شخص کے پاس اس شرط سے رکھوائے کہ میں بوقت ضرورت آپ سے واپس لوں گا اور رکھنے والا یہ چیز اس کے اصل مالک کو بغیر کسی کمی بیشی کے واپس کر دے تو یہ عمل ''امانت'' کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کو ''امین'' یا ''امانت دار'' کہتے ہیں۔ اسلام میں لفظ ''امانت'' ایک نہایت وسیع معنی اور مفہوم میں لیا جاتا ہے۔ درج ذیل باتیں امانت کے زمرے میں آتی ہیں:

- باہمی لین دین ہو یا فرائضِ منصبی۔
- کسی کا کوئی اہم پیغام پہنچانا ہو یا کوئی اہم مشورہ دینا۔
- طالبِ علم کے لیے امانت کی بہت سی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی تعلیم محنت کے ذریعے حاصل کرے اور نقل کرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔

امانت کی اہمیت اور انبیاء علیہم السلام: قرآن پاک میں امانت کی اہمیت کے متعلق ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (سورۃ النساء: آیت:۵۸)

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو''۔

انبیاء علیہم السلام اخلاقِ حَسنہ کے جن اعلیٰ رتبوں پر فائز ہوتے ہیں، ان میں سے ایک خُلق امانت بھی ہے۔ وہ سچے دیانتدار اور امین تھے۔ اللہ تعالیٰ کا دین ان کے پاس اللہ کی طرف سے امانت تھا، جو انھوں نے نہایت دیانتداری کے ساتھ اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔ یہی فریضہ اور امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہر طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے یہ امانت اپنی امت کو پہنچائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی امانت پہنچانے میں ذرا سی کمی بیشی پر بھی تیار نہ ہوئے۔ امانت کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرتبے پر پہنچے ہوئے تھے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''امین'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ اسلام آنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت دشمنی کے باوجود مشرکینِ مکہ اپنی امانتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کی رات جب کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے گھر کا محاصرہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اگلی صبح جن لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں، وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔

امانت داری کو اسلام نے ایک اعلیٰ اور عمدہ صفت قرار دیا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور جو امانتوں اور قراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہ ہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں، جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔ (المؤمنون:۸۔۱۰)

اسلام نے امانت میں خیانت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے ہو''۔ (سورۃ الانفال: آیت ۲۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام و فرائض پر عمل کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں پر نہ چلنا گویا کہ امانت میں خیانت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) جب بھی بات کرے گا جھوٹ بولے گا۔ (۲) کسی سے وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا اور (۳) اگر اس کے پاس کوئی امانت رکھوائے گا تو اس میں خیانت کرے گا''۔

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهُ یعنی جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں''۔

امانت کی اقسام/صورتیں:

- امانت کا تعلق صرف جائداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس کا تعلق مالی، اخلاقی اور قانونی امانتوں تک وسیع ہے۔
- اگر کسی کی کوئی چیز آپ کے پاس رکھی ہوئی ہے تو اس کے مانگنے پر یا یوں بھی اس کو جوں کا توں دینا امانت ہے۔
- اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہے تو اس کو ادا کرنا امانت ہے۔
- کسی کا راز آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔
- کسی مجلس میں کی ہوئی باتوں کو اسی مجلس تک محدود رکھنا امانت ہے۔
- اگر کسی نے تجھ سے کوئی مشورہ طلب کیا ہے، اس کو صحیح مشورہ دینا بھی امانت ہے۔
- ملازم شخص اپنے وقت کو پوری دیانت داری کے ساتھ اپنے کام پر صرف کرے، یہ بھی امانت ہے۔
- جو ذمہ داریاں کسی کو سونپی گئی ہیں، انھیں پورا کرنا بھی امانت ہے۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ ہم امانت کا پورا پورا خیال رکھیں اور اگر کسی نے اپنی کوئی امانت ہمارے سپرد کی ہے اور جس حالت میں بھی سونپی ہے اس کو اس شکل میں اس کے اصل مالک کو لوٹا دیں تا کہ کسی کی کوئی حق تلفی بھی نہ ہو اور معاشرہ میں محبت اور سکون و اطمینان کی فضا قائم ہو۔

- امانت کا لفظ ''امن'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں سکون، اطمینان اور امان۔ ''ایمان'' کا لفظ بھی ''امن'' سے ہی نکلا ہے۔
- اسلام میں امانت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی بھی چیز کسی دوسرے شخص کے پاس رکھے، جب وہ شخص لینے کے لیے آئے، وہ چیز بغیر کسی کمی بیشی اور بغیر کسی استعمال کے اس مالک کو واپس کر دی جائے۔ یہ عمل ''امانت'' کہلاتا ہے۔ وہ شخص، جس میں یہ صفت پائی جائے، اسے ''امین'' یا ''امانتدار'' کہتے ہیں۔
- اخلاقِ حَسنہ میں سے ''امانت'' کا شمار ایک اعلیٰ صفت میں ہوتا ہے۔
- تمام انبیاء علیہم السلام ''امانت'' کی صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ ہر نبی علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانا ایک امانت تھا یعنی بغیر کسی کمی بیشی کے دین کی امانت لوگوں تک پہنچائیں۔ ہر نبی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

- ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ میں امانت کی صفت اعلیٰ درجے پر موجود تھی۔ نبوت ملنے سے قبل آپ ﷺ کو "صادق" اور "امین" کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔
- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے امانت پر بڑا زور دیا ہے۔

- "امانت" کے موضوع پر تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔ تقریر میں نمبر اول، نمبر دوم اور نمبر سوم کا فیصلہ اپنے اساتذہ سے کروائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) امانت سے کیا مراد ہے؟

(۲) اسلام سے قبل لوگ نبی کریم ﷺ کو کس لقب سے یاد کرتے تھے؟

(۳) امانت سے متعلق کسی قرآنی آیت کا ترجمہ لکھیں۔

(۴) طالب علم کس طرح امانتدار ہو سکتا ہے؟

(۵) امانت کی صفت پر عمل کرنے کا کوئی ایک فائدہ بیان کریں۔

۲۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور ﷺ نے منافق کی نشانیاں بتائی ہیں:

(الف) دو (ب) تین (ج) پانچ (د) سات

(۲) امانت کہتے ہیں:

(الف) کسی سے کوئی چیز خریدنا (ب) کسی کو کوئی چیز فروخت کرنا

(ج) کسی کو کوئی چیز دے کر واپس نہ لینا (د) کسی کے پاس کوئی چیز رکھوا کر وہی چیز واپس لینا

(۳) جس شخص میں امانت کی صفت پائی جائے، اسے کہتے ہیں:

(الف) صدیق (ب) شریف (ج) شفیق (د) امین

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی .... ان کے حوالے کر دیا کرو۔

(۲) جس میں امانت نہیں، اس میں .... نہیں۔

(۳) منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی امانت میں .... کرنا ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کا دین اپنی امتوں کو نہایت .... سے پہنچایا۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- اسلام میں لفظ "امانت" ایک نہایت وسیع معنی اور مفہوم میں لیا جاتا ہے۔	☐	☐
۲- کسی کا راز آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا امانت میں شمار نہیں ہے۔	☐	☐
۳- اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہے تو اس کو ادا کرنا امانت ہے۔	☐	☐
۴- امانت کے مقابلے میں "دِیانة" کا لفظ آتا ہے۔	☐	☐
۵- جو ذمہ داریاں کسی کو سونپی گئی ہیں، انھیں پورا کرنا بھی امانت ہے۔	☐	☐

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱- امانت سے مراد یہ ہے کہ	"خیانة" کا لفظ آتا ہے۔
۲- امانت کے مقابلے میں	ذرا سی کمی بیشی پر بھی تیار نہ ہوئے۔
۳- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی امانت پہنچانے میں	انسان اپنے کاروبار میں صاف اور ایماندار ہو۔
۴- امانت کا تعلق صرف جائداد اور	بھی امانت ہے۔
۵- سونپی گئی ذمہ داریوں کو پورا کرنا	مالی اشیاء تک محدود نہیں۔

- طلبہ و طالبات پر واضح کریں کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی "امین" کہا جاتا ہے۔ انھیں یہ بھی بتائیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو "امین" کیوں کہا جاتا ہے؟

۴۔ احسان

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- احسان لفظ کے معنی و مفہوم جان کر تشریح کر سکیں گے۔
- احسان کی اہمیت سے آگاہ ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- احسان کے فوائد سنا سکیں گے اور احسان والی صفت کو اپنا کر معاشرہ میں امن و سکون، محبت اور بھائی چارہ کی فضا قائم کرنے کی عملی کوشش کر سکیں گے۔

احسان کے معنی و مفہوم: احسان ''حُسن'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں اچھائی، خوبی اور بھلائی۔ احسان سے مراد ہے کہ دوسرے کے ساتھ ایسا نیک سلوک کرنا، جس سے اس کا دل خوش ہو اور اس کو آرام و سکون ملے۔

قرآن مجید میں ''عَدل'' کے ساتھ ''احسان'' کا لفظ آیا ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (سورۃالنحل: آیت ۹۰)

''اللہ تم کو انصاف اور (لوگوں کے ساتھ) احسان کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا حکم دیتا ہے''۔

عدل کے معنی ہیں برابری کی رعایت رکھنا اور واجب حق کا ادا کرنا، مگر **احسان** کا مطلب ہے کہ کسی کو واجب حق ادا کرنے سے بڑھ کر دینا۔

اسلام نے ہر شعبۂ زندگی میں انسانوں کی رہنمائی فرمائی ہے، خاص طور پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے انھیں نیک اعمال کرنے کی ہدایت کی ہے۔ جن اچھے اعمال کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں ایک ''احسان'' کرنا بھی ہے۔

احسان کی اہمیت: احسان بذاتِ خود ایک ایسی نیکی ہے، جس میں رواداری، برداشت، حُسنِ سلوک اور معاف کرنا یہ تمام نیکیاں آجاتی ہیں۔ احسان دراصل صفاتِ الٰہی میں سے ایک جامع صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر ہر لمحہ احسان فرماتا رہتا ہے۔ انسان ہر روز کتنی ہی غلطیاں اور گناہ کرتا رہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات انھیں نظرانداز کر کے ہمیں معاف کر دیتی ہے۔ ہمیں بھی اس خوبی کو اپنانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور احسان کرو۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ (البقرہ: آیت ۱۹۵)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور جیسی اللہ تعالیٰ نے تم سے بھلائی کی ہے، ویسی تم بھی لوگوں سے بھلائی کرو''۔ (القصص: آیت ۷۷)

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں کئی ایسے واقعات ہیں، جو احسان سے متعلق ہیں۔ ایک مرتبہ حضور کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، جس کا کچھ قرض نبی کریم ﷺ پر تھا۔ اس نے نہایت درشت اور سخت لہجے میں آپ ﷺ سے گفتگو شروع کی اور اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی اس گستاخی پر اسے ڈانٹا اور کہا کہ تجھے خبر نہیں کہ تم کس ہستی سے بات کر رہے ہو۔ دیہاتی کہنے لگا کہ میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اس کو بولنے کا حق ہے، کیوں کہ قرض خواہ کو بولنے کا حق دیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس شخص کا قرض ادا کرنے کا فرمان جاری کیا اور اس کے حق سے زائد ادا کرنے کا حکم دیا۔

آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی لوگوں پر احسان کرتے گزری۔ فتحِ مکہ کے موقعہ پر جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں تک کو معاف فرما کر ان پر احسان کیا اور فرمایا کہ میں نے تم سب کو معاف کر دیا۔

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص پر احسان کر جس نے تیرے ساتھ برائی کی''

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ '' آپ ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا اور ہمیشہ انھیں معاف فرمایا''۔

احسان کرنے کے فوائد:

- احسان کرنے سے ایک طرف نادار اور مسکین لوگوں کی حاجت روائی ہوتی ہے، دوسری طرف آپس میں محبت کا ذریعہ بنتا ہے۔ احسان مند شخص احسان کرنے والے کے ساتھ پیار اور خلوص کا گرویدہ بن جاتا ہے۔
- احسان کی صفت کو اپنانے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب بن جاتا ہے۔
- کسی کے ساتھ احسان کرنا نفرتوں کے ختم کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔
- ہر ایک کو احسان کی صفت اپنانے سے معاشرہ ایک صالح، پر سکون اور پُر امن ہو جاتا ہے۔
- احسان کرنے سے معاشرے میں باہمی محبت و بھائی چارہ پیدا ہوتا ہے۔
- احسان کرنے والا شخص معاشرے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔
- احسان کرنے سے دوسروں کی مدد کے ساتھ دلی سکون بھی حاصل ہوتا ہے۔
- احسان کرنے والا سُنّتِ نبوی پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔
- احسان کرنے والے کو لوگ مرنے کے بعد بھی اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔
- احسان کرنے کا اصل فائدہ یہ ہے کہ کسی کے ساتھ احسان کر کے اُسے جتلایا نہ جائے۔

احسان کی مختلف صورتیں: احسان کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

- محتاج اور نادار لوگوں، جن میں اولین حقدار رشتہ دار ہیں، کی مالی امداد کی جائے۔
- کسی کو مشکل اور تکلیف سے نجات دلائی جائے۔
- اگر کسی کا کسی پر حق ہو، اس کو خوبی کے ساتھ ادا کرنا۔
- قصور داروں کے قصور کو معاف کرنا اور غصے کو پی جانا۔
- کسی غریب یا عزیز و قریب سے کوئی ایسی حرکت ہو جائے، جس سے ناراضگی پیدا ہو جائے، اسے معاف کر دینا اور اس سے بھلائی کرتے رہنا۔
- پڑوسیوں اور قرابت داروں سے حُسن سلوک سے پیش آنا بھی احسان ہے۔
- کسی قرض دار کا قرض ادا کرنا۔
- طالب علموں کو امتحان میں تیاری کرانے میں مدد کرنا بھی احسان ہے۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ احسان کی اعلیٰ صِفات کو اپناتے ہوئے انسان ذات اور اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوقات کے ساتھ صفت احسان پر عمل کر کے معاشرے کو پر سکون اور فلاح و بہبود کی آماجگاہ بنائیں۔

- احسان کا مطلب ہے کہ کسی کو واجب حق ادا کرنے سے بڑھ کر دینا یا کسی کی خطا کو معاف کر دینا۔
- سب سے بڑا احسان کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس صفت کو اپنانے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب بن جاتا ہے۔
- احسان وہ اعلیٰ و جامع نیکی ہے، جس میں رواداری، برداشت، حُسنِ سلوک اور عفو و در گزر یہ سب نیکیاں اس میں آجاتی ہیں۔
- قرآن مجید میں دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔
- حضور ﷺ کی ساری زندگی دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ فتحِ مکّہ کے دوران آپ ﷺ نے تمام مشرکینِ مکّہ، جنھوں نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور آپ ﷺ کے جان کے دشمن رہے تھے، ان پر احسان کرتے ہوئے تمام کو معاف کر دیا۔

- طلبہ و طالبات اپنی زندگی کے واقعات میں سے احسان کا کوئی خاص واقعہ اپنی اپنی کاپیوں میں لکھ کر اساتذہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) احسان سے کیا مراد ہے؟

(۲) اللہ تعالیٰ نے احسان سے متعلق قرآن پاک میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

(۳) نبی ﷺ کی حیات طیّبہ سے احسان کا کوئی واقعہ بیان کریں۔

(۴) اسکول کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے آپ اپنے ساتھیوں پر کس طرح احسان کر سکتے ہیں؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) فتحِ مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو:

(الف) قید کر دیا
(ب) معاف کر دیا
(ج) قتل کر دیا
(د) شہر بدر کر دیا

(۲) احسان کا مطلب ہے:

(الف) اپنی بات جتلانا
(ب) بھلائی کے بدلے برائی دینا
(ج) واجب حق سے بڑھ کر ادا کرنا
(د) مجبوری کی حالت میں قرض لینا

(۳) اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو:

(الف) ناپسند کرتا ہے
(ب) مُفلس کرتا ہے
(ج) پسند کرتا ہے
(د) سزا دیتا ہے

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) احسان دراصل صفات الٰہی میں سے ایک .... ہے۔

(۲) اس شخص کے ساتھ بھلائی یا احسان کر جس نے تیرے ساتھ.................... کی۔

(۳) بے شک اللہ.................... کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- عدل کے معنی ہیں برابری کی رعایت رکھنا اور واجب حق کا ادا کرنا۔		
۲- احسان کا مطلب ہے کہ کسی کو حق ادا کرنے سے روکنا۔		
۳- کسی کے ساتھ احسان کرنا نفرت کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔		
۴- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی لوگوں پر احسان کرتے گزری۔		
۵- اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔		

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ احسان کا مطلب ہے کہ کسی کو	صفاتِ الٰہی میں سے ایک صفت ہے۔
۲۔ احسان دراصل	لوگوں پر احسان کرتے گزری۔
۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی	محبت و بھائی چارہ پیدا ہوتا ہے۔
۴۔ احسان کرنے سے معاشرے میں باہمی	تیاری کرانے میں مدد کرنا بھی احسان ہے۔
۵ ۔ طالب علموں کو امتحان میں	واجب حق ادا کرنے سے بڑھ کر دینا۔

- طلبہ وطالبات کے سامنے احسان اور عدل کے درمیان فرق کو واضح کریں۔

۵۔ مُلک و مِلّت کے لیے ایثار کا جذبہ

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ایثار کے معنی ومفہوم کو جان کر بیان کر سکیں گے۔
- ملک وملت کے لیے ایثار وقربانی کے جذبہ کی فضیلت سے آگاہی حاصل کر کے سنا سکیں گے۔
- اسلام میں جذبہ ایثار وحب الوطنی کی اہمیت سے آگاہ ہو کر وضاحت کر سکیں گے۔
- اسلامی تاریخ اور تاریخِ پاکستان میں ملک وملّت کے لیے ایثار وقربانی کا جو جذبہ دیکھنے میں آیا، اسے تحریر کر سکیں گے۔
- ملک وملت کے لیے ایثار وقربانی کے طریقے جان کر عمل کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔
- ملک میں امن وسکون وخوشحالی لانے کے لیے قابل عمل تجاویز دے سکیں گے اور روزمرہ کی زندگی میں ان پر عمل کر سکیں گے۔

ایثار کے معنی و مفہوم: "اِیثار" کے معنی ہیں "ترجیح دینا" ایثار سے مراد ہے کہ اپنی ضرورت کو قربان کرتے ہوئے دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھنا اور انھیں پورا کرنا۔ مثال کے طور پر اپنے آپ کو بھوکا رکھ کر دوسرے بھوکے کو کھانا کھلانا، خود کو تکلیف میں رکھ کر دوسرے کے سکون وآرام کا خیال رکھنا، اپنے آپ کو نیچے رکھ کر دوسرے کو اہمیت دینا اور درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ (آل عمران: ۹۲)

جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں خرچ نہ کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔

یعنی ایثار ہر اس کام کو کہتے ہیں، جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے انجام دیا جائے یا کوئی ایسا عمل سرانجام دیا جائے، جس میں ملک و ملّت کی بہتری ہو اور اس سے قوم کے ہر فرد کو فائدہ پہنچے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی پوری حیات طیّبہ ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے، یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جذبہ ایثار سے سرشار ہو کر ملک و ملت کے لیے بے لوث خدمت کرنے میں پیش پیش تھے۔

ملک و ملت کے لیے ایثار کی مثالیں: دینِ اسلام نے ہی سب سے پہلے ایثار کا درس دیتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ سب سے بڑا ایثار یہ ہے کہ ملک و مِلّت کے فائدے کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو قربان کر دیا جائے، تاکہ مِلّت کے لوگوں کو اجتماعی فائدہ پہنچے۔ تاریخِ اسلام میں ایثار و قربانی کے بے شمار واقعات بھرے پڑے ہیں۔ ایثار کا سب سے بڑا مظاہرہ انصارِ مدینہ نے مہاجرین مکہ کے لیے کیا۔ حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین میں رشتہ اخوت قائم کیا تو انصار نے بڑی خوشی کے ساتھ مہاجرین کو نہ صرف اپنے گھروں میں ٹھہرایا، بلکہ اپنی جائداد تک میں انھیں شریک کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ (الحشر:۹)

اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔

جذبۂ ایثار اگر دیکھنا ہو تو جنگِ یرموک کو یاد کریں، جب چند مجاہدین زخمی ہو کر گر پڑے اور پیاس کی شدت سے تڑپ رہے تھے اور پانی مانگ رہے تھے۔ ایک مجاہد کا وہاں سے گزر ہوا، تو انھیں پانی پلانے کا کہا۔ وہ مجاہد پانی پلانے کے لیے جھکے تو زخمی مجاہد نے برابر والے مجاہد کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بھی پیاس سے تڑپ رہا ہے پہلے اسے پلاؤ۔ جب اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے تیسرے مجاہد کی طرف اشارہ کیا اور کہا اسے پانی پلاؤ۔ جب اس کے پاس پہنچے تو وہ شدید زخمی تھے اور راہِ حق میں شہید ہو چکے تھے۔ واپس دوسرے مجاہد کے پاس پہنچے تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے اور جب سب سے پہلے والے کے پاس پہنچے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے تھے۔ ایثار کی ایسی اعلیٰ ترین مثالیں جن میں اپنی جان تک قربان کرنی پڑ جائے، بہت کم ملتی ہیں۔

اسی طرح حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ جو حدیث پاک میں ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ وہ بھوکا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”آج رات جو شخص اس کو مہمان بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا“۔ چنانچہ یہ نیکی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ وہ اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ بیوی سے پوچھا کہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ ہے؟ بیوی نے کہا کہ صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بچوں کو بھوکا

سلادو۔ ہم دونوں بھی بھوکے رہیں گے۔ جب کھانے کا وقت ہو جائے تو تم چراغ کو بجھادینا۔ کھانے کے وقت ہم مہمان کے ساتھ کھانے کا بہانہ کریں گے تا کہ وہ یہ سمجھے کہ ہم بھی کھانا کھارہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب وہ صحابی حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اس حُسنِ سلوک سے بہت خوش ہوئے ہیں''۔

ملک وملّت کے لیے ایثار وقربانی کی ایک مثال ۱۹۴۷ء میں دیکھنے میں آئی، جب تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت ہو رہی تھی اور مسلمان مہاجرین کے لٹے ہوئے قافلے ہندوستان سے ہجرت کرکے پاکستان آرہے تھے تو پاکستان خصوصًا سندھ کے مقامی لوگوں نے مہاجرینِ ہندوستان کے لیے اپنے دل کھول دیے اور انھیں طرح طرح کا آرام وسہولت پہنچا کر بے مثال ایثار کا مظاہرہ کیا۔

ہمارے پیارے ملک پر جب بھی کٹھن وقت آیا، تو لوگوں نے نہ صرف مالی طور پر ایثار کا مظاہرہ کیا، بلکہ اپنی جانیں بھی ملک کی آبرو پر نثار کرنے سے دریغ نہ کیا۔ جس کی زندہ مثال ۱۹۶۵ء کی جنگ تھی، جس میں لوگوں نے اپنے گھروں کا سامان بیچ کر ملکی دفاع کے لیے دیا، بلکہ قطاروں میں لگ کر زخمی سپاہیوں کے لیے خون کے عطیات بھی دیتے رہے۔

ملک میں جب بھی کوئی آفت مثلاً سیلاب یا سمندری طوفان آیا تو ملک کے لوگ بالعموم اور سندھ کے لوگ بالخصوص اپنے متاثرہ بھائیوں کی مدد کے لیے ہمیشہ آگے آگے رہتے ہیں، جیساکہ صوبہ سندھ کے بدین کے علاقے میں ۱۹۹۹ء میں طغیانی کی آفت اور ۲۰۱۱ء میں مسلسل بارش میں سندھ کے لوگوں نے دل کھول کر مدد کی۔ یہ سب ملک وملت کے لیے ایثار کی بہترین مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں ملک پر دشمن کے حملے کے وقت پاکستانی افواج کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اس کی اخلاقی، جسمانی اور مالی مدد کرنا بھی ایثار میں شامل ہے۔

۲۰۰۵ء کے زلزلے میں جو کشمیر اور شمالی علاقوں میں آیا تھا، اس کے لیے بھی لوگوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ ایثار کرکے متاثرین کی مشکلات میں ان کی مدد کی۔ زندہ قومیں ہمیشہ جذبۂ ایثار سے سرشار رہتی ہیں۔

ہمیں اس سے سبق ملا کہ جب بھی ملک وملّت پر مشکل گھڑی آئے، تو پوری قوم متّحد ہو کر اپنی ضروریات قربان کرکے ایثار کا بے مثال مظاہرہ کریں اور اَسلاف کے ایثار وقربانی کے اختیار کردہ جذبے کو مشعلِ راہ بنائیں اور ملک وملت کی سلامتی، امن وسکون، بھائی چارہ، ترقی و خوشحالی اور فروغ کے لیے ہر وقت کوشاں رہیں۔

- ایثار کے معنی ہیں ''ترجیح دینا''۔ ایثار کا مطلب ہے کہ اپنی ضروریات کو پیچھے رکھتے ہوئے دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنا اور فائدہ پہنچانا۔
- اسلام نے جہاں دوسرے اخلاقِ حسنہ پر زور دیا ہے، وہاں ایثار کی عادت اپنانے پر بھی تاکید کی ہے۔
- حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی اور غزوۂ یرموک میں مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی، جذبۂ ایثار کے روشن باب ہیں۔
- ۱۹۴۷ء میں ایثار کا بڑا جذبہ دیکھنے میں آیا، جب ہندوستان سے لوگ ہجرت کر کے پاکستان آرہے تھے، تو سندھ کے مقامی لوگوں نے مہاجرین کے لیے اپنے دل کھول دیے۔
- ۱۹۶۵ء کی جنگ، ۱۹۹۹ء میں بدین کے طوفان، ۲۰۰۵ء میں کشمیر میں زلزلہ، ۲۰۱۰ء کے سیلاب اور ۲۰۱۱ء میں بارش کے آفات میں سندھ کے لوگوں کا ایثار ناقابلِ فراموش ہے۔

- طلبہ و طالبات اپنی زندگی کے واقعات میں سے اپنے اپنے الفاظ میں ''ایثار'' پر دس دس سطروں کے مضامین تحریر کر کے اپنے اساتذہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) ایثار سے کیا مراد ہے؟

(۲) انصار مدینہ نے ایثار کا مظاہرہ کس طرح کیا؟

(۳) جنگ یرموک میں ایثار کے مظاہرے کی مثال بیان کریں۔

(۴) ملک و ملّت پر مشکل گھڑی آنے کے وقت ہم کس طرح ایثار کر سکتے ہیں؟ کوئی بھی دو صورتیں لکھیں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) ایثار کے لغوی معنی ہیں:

(الف) انصاف کرنا　(ب) نرمی کرنا　(ج) ترجیح دینا　(د) سخاوت کرنا

(۲) ایثار کا سب سے بڑا مظاہرہ مہاجرینِ مکّہ کے لیے کیا:

(الف) قباء کے رہنے والوں نے　(ب) مدینہ کے رہنے والوں نے
(ج) حبشہ کے رہنے والوں نے　(د) وادیِ عسفان کے رہنےوالوں نے

(۳) اگر ایثار کا جذبہ دیکھنا ہو، تو یاد کریں:

(الف) جنگِ قادسیہ کو　(ب) جنگ دومتہ الجندل کو
(ج) جنگ عین التمر کو　(د) جنگ یرموک کو

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضور ﷺ نے مہاجرین وانصار میں رشتہ .... قائم کیا۔

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا: آج رات جو شخص اس کو .... بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔

(۳) زندہ قومیں ہمیشہ جذبۂ ایثار سے .... رہتی ہیں۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- ”اِیثار“ کے لغوی معنی ہیں ”ترجیح دینا“۔	☐	☐
۲- خود کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے جو کام کیا جائے اسے ”ایثار“ کہتے ہیں۔	☐	☐
۳- ایثار کا سب سے بڑا مظاہرہ انصارِ مدینہ نے مہاجرین مکہ کے لیے کیا۔	☐	☐
۴- اسلام نے ایثار کی عادت اپنانے پر بھی تاکید کی ہے۔	☐	☐
۵- جذبۂ ایثار اگر دیکھنا ہو تو جنگِ حُنین کو یاد کریں ۔	☐	☐

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ ۲۰۰۵ء میں پاکستان میں زلزلہ	لگ کر زخمی سپاہیوں کے لیے خون کا عطیہ دیا۔
۲۔ جنگ یرموک میں ایثار کا بے مثال مظاہرہ	ترجیح دینا ایثار کہلاتا ہے ۔
۳۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں لوگوں نے قطاروں میں	کشمیر اور شمالی علاقوں میں آیا۔
۴۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو	چند زخمی مجاہدوں نے دکھایا

• قرآن مجید کی آیت "وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے طلبہ و طالبات پر مزید تفصیل واضح کریں۔

عوام الناس کی خدمت کے لیے سندھ کے قدیم شہر شکار پور میں واقع قدیمی اودھا رام تاراچند ہسپتال۔ (ایثار کا ایک مظاہرہ)

۶۔ حُقُوق العِباد

(والدین-اولاد-اساتذہ-پڑوسی)

حقوق العباد کا مفہوم: ''حُقُوق''، ''حَقّ'' کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ثابت ہونے والی چیز۔ یعنی ایسی چیز، جو لازمی اور ضروری ہو۔ '' اَلْعِباد''، ''عَبْد'' کی جمع ہے، عَبْد کے معنی ہیں بندہ اور غلام۔ ''حُقُوقُ الْعِباد'' کے معنی ہوئے بندوں کے حقوق یعنی وہ امور جو بندوں کے ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔'' حقوق العباد'' کے مقابلے میں حقوق اللہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حق جو بندوں پر لازم ہوتے ہیں۔

حقوق العباد سے مراد خلقِ خدا یعنی انسانوں کے حقوق ہیں، جنھیں ادا کرنے سے ہمارا معاشرہ راحت، امن، محبت اور سکون کے قابل ہو جاتا ہے اور ان حقوق کے ادا نہ کرنے کی صورت میں معاشرہ بدامنی، فساد، دشمنی اور دیگر کئی خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ حقوق العباد میں جن لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے ان میں خاص طور پر والدین، شوہر، بیوی، بچّے، بہن بھائی، دیگر قریبی عزیز ورشتہ دار، اساتذہ، پڑوسی اور عام شہری شامل ہیں۔ اسلام نے ان سب کے حقوق متعین کر دیے ہیں اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

(الف) والدین کے حقوق

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- والدین کے حقوق اور ان کی اہمیت کے بارے میں معلومات پڑھ کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- والدین کے حقوق کی ادائیگی پر عمل کر سکیں گے۔ والدین کے حقوق کو پورا کر کے گھر اور معاشرہ کو اچھا بنا سکیں گے۔

انسان دنیا میں جب آنکھ کھولتا ہے، تو اس کا واسطہ سب سے پہلے جن افراد سے پڑتا ہے وہ اس کے والدین یعنی ماں اور باپ ہوتے ہیں۔ والدین اپنی اولاد کی پرورش کے لیے بے حد تکالیف کا سامنا کرتے ہیں۔ اپنی اولاد کے سکون و آرام کے لیے ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرتے ہیں۔

والدین کے حقوق کی اہمیت: اسلام نے اولاد کو والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کا ذکر اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ کیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (سورۃ البقرہ: آیت ۸۳)

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا"

دوسری جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾

(سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۳)

ترجمہ: "اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انھیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا"

اگر والدین مشرک بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ والدین اگر اولاد کو شرک کرنے پر مجبور کریں، تو ان کی بات نہ مانی جائے، مگر دیگر دنیاوی معاملات میں اچھے برتاؤ سے پیش آیا جائے۔

کئی احادیث میں بھی والدین کے حقوق کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

- حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے"
- دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص خوار ہوا، خوار ہوا، خوار ہوا۔ صحابہ نے پوچھا کون یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی زندگی میں والدین یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے اور وہ شخص ان کی خدمت نہ کر کے جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے"۔ اسلام نے ماں کے حقوق ادا کرنے پر خاص طور پر زور دیا ہے، اس لیے کہ وہ بچوں کی پرورش میں باپ کے مقابلے میں زیادہ تکالیف برداشت کرتی رہتی ہے۔
- حضور ﷺ کے پاس ایک صحابی رضی اللہ عنہ آئے اور جہاد پر جانے کی خواہش ظاہر کی اور آپ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تمھارے ماں باپ زندہ ہیں؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور ان کی خدمت کرو، یہ تمھارا فرض ہے۔

والدین کے حقوق کے چند اہم نکات:

- والدین سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
- والدین کے ہر حکم کی اطاعت کرنا۔
- والدین کی ہر جائز ضرورت کو حتی المقدور پورا کرنا۔
- والدین کے ساتھ پیار اور محبت کے لہجے میں بات چیت کرنا۔
- والدین کے حق میں دعائے خیر کرنا۔

- ان کی وفات کے بعد ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت طلب کرتے رہنا۔
- جب والدین بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں، تو ان کی خدمت کا خیال رکھنا اور ان کے سامنے ''اُف'' تک نہ کہنا۔
- والدین سے اپنے لیے دعائیں کرواتے رہنا۔

قرآنی آیات اور احادیث کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوا کہ والدین کا ادب کرنا اولاد پر فرض ہے۔ ان کی ہر جائز ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے اور خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے، خاص طور پر جب وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ والدین کا حد درجہ ادب، احترام اور فرمانبرداری کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہم سے خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

- حقوق العباد سے مراد انسانوں کے حقوق ہیں۔ انسانوں کے ایک دوسرے پر حقوق عائد ہوتے ہیں، جن کو پورا کرنا فرض ہے۔
- حقوق العباد میں والدین، شوہر اور بیوی، بچے، قریبی رشتہ دار، عزیز، اساتذہ، پڑوسی اور عام شہری کے حقوق شامل ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد سب سے زیادہ اہمیت والدین کے حقوق کی ہے۔

- آپ اپنے والدین کی کس طرح خدمت کرتے ہیں؟ باری باری اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کریں۔
- اس سبق میں بیان کی گئی قرآن مجید کی دوسری آیت کی روشنی میں والدین کے حقوق کے نکات تحریر کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟

(۲) قرآن مجید میں والدین کے ساتھ بڑھاپے میں کیسا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

(۳) حضور ﷺ نے والدین کے بارے میں جو فرمایا ہے، بیان کریں۔

(۴) "وہ شخص خوار ہوا، خوار ہوا، خوار ہوا" یہ الفاظ حضور ﷺ نے کس کے بارے میں فرمائے ہیں؟

(۵) اسلام نے ماں کے حقوق کو باپ کے حقوق پر ترجیح کیوں دی ہے؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) قرآن پاک کی ہدایتوں کے مطابق والدین کے ساتھ سلوک کرو:

(الف) بُرا (ب) مناسب (ج) اچھا (د) نامناسب

(۲) ماں باپ اگر بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ مخاطب ہوں:

(الف) چیخ کر (ب) جھڑک کر (ج) اُف کہہ کر (د) ادب کے ساتھ

(۳) حدیث کی روشنی میں رب کی رضا ہے:

(الف) باپ کی رضا میں (ب) بھائی کی رضا میں

(ج) چچا کی رضا میں (د) بہن کی رضا میں

(۴) اگر والدین مشرک بھی ہوں تو ان کے ساتھ سلوک کریں:

(الف) برا (ب) اچھا (ج) کبھی اچھا کبھی برا (د) نہ اچھا، نہ برا

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اور والدین کے ساتھ.................. کرو۔

(۲) اگر والدین غیر مسلم یا مشرک بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ.................. کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) والدین کا ادب کرنا اولاد پر.................. ہے۔

(۴) حضور ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور.................. پر جانے کا مشورہ لیا۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- ''حُقُوقُ الْعِبَاد'' کے معنی ہوئے اللہ تعالیٰ کے حقوق۔	☐	☐
۲- اسلام نے اولاد کو والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔	☐	☐
۳- اگر والدین مشرک ہوں تو ان کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔	☐	☐
۴- اسلام نے ماں کے حقوق ادا کرنے پر خاص طور پر زور دیا ہے۔	☐	☐
۵- دنیاوی معاملات میں والدین سے اچھے برتاؤ سے پیش آیا جائے۔	☐	☐

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حَقّ کے معنی ہیں	ان کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔
۲۔ حقوق العباد سے مراد	نیکی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔
۳۔ اسلام نے اولاد کو والدین کے ساتھ	ثابت ہونے والی چیز۔
۴۔ اگر والدین مشرک بھی ہوں تو بھی	احترام اور فرمانبرداری کریں۔
۵۔ والدین کا حد درجہ ادب،	خلقِ خدا یعنی انسانوں کے حقوق ہیں۔

- اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبہ وطالبات کو والدین کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا انجام واقعات کی روشنی میں سمجھائیں۔
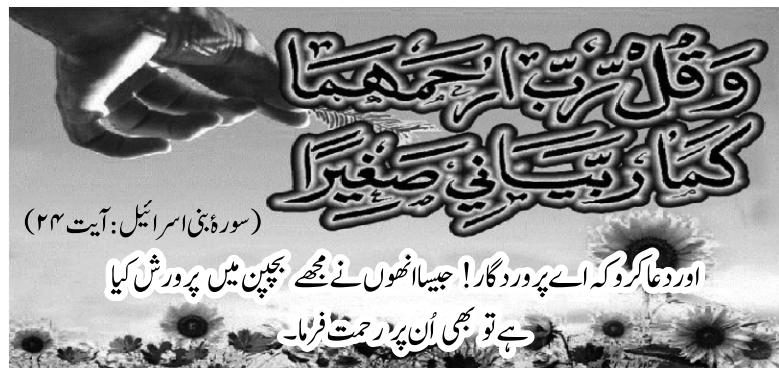
(ب) اولاد کے حقوق

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- والدین پر اولاد کے کیا حقوق ہیں، ان کے متعلق روشناس ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- اسلامی تاریخ سے اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کے واقعات جان سکیں گے اور بحث کر سکیں گے۔
- اولاد کو معاشرے میں کارآمد اور اچھا شہری کس طرح بنایا جاسکتا ہے، اس کے متعلق جان کر بیان کر سکیں گے۔
- اولاد کی اچھی تربیت اور بہترین تعلیم کے متعلق آگاہ ہو کر بیان کر سکیں گے اور عمل کر سکیں گے۔

تعارف: اسلام نے جہاں اولاد پر والدین کے حقوق مقرر کیے ہیں، اسی طرح والدین پر بھی اپنی اولاد کے حقوق مقرر فرمائے ہیں، جنھیں والدین کو پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جاہلیت کے دور میں نہایت ظالمانہ رسومات میں سے ایک رسم بچوں کو مار ڈالنا اور بچیوں کو زندہ قبروں میں گاڑ دینا تھی۔ والدین بچوں کو اپنے بتوں کی خوشنودی کے لیے ذبح کرتے تھے۔ بھوک اور تنگ دستی کی رسم سے بھی بچوں اور بچیوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ اسلام نے ان غلط اور ظالمانہ رسوم کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ (سورۃ الانعام: ۱۴۰)

”جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بے سمجھی سے قتل کیا وہ گھاٹے میں پڑ گئے“

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

ترجمہ: ”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے“ (سورۂ بنی اسرائیل: ۳۱)

اولاد کے حقوق: اولاد والدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ بچے معصوم اور پھول کی مانند ہوتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ بچوں سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بچوں اور بچیوں کی پرورش کے متعلق کافی ہدایات دی ہیں۔

- ایک موقعے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ باپ کا اپنے بچے کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔

- ایک دفعہ یہ فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بچے کو اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے۔
- آپ ﷺ نے لڑکیوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ عمر عقلمندی کو پہنچ جائیں، اس وقت آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں ملادیں اور فرمایا کہ قیامت کے دن اس کا یہ رتبہ ہو گا کہ وہ اور میں اس طرح ملے ہوں گے، جس طرح یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق والدین کا فرض ہے کہ :

- جتنی ان کی گنجائش اور حیثیت ہو، اس کے مطابق اپنی اولاد کی بہترین پرورش کریں۔
- ان کی خوراک، لباس اور دیگر جسمانی ضروریات کا خیال رکھیں۔
- اچھی پرورش کے ساتھ ساتھ ان کی بہتر تعلیم و تربیت اور اخلاقی تربیت پر بھی دھیان دیں۔
- ضرورت اور استطاعت کے مطابق انھیں اعلیٰ تعلیم کی سہولت بہم پہنچائیں اور ان کی دینی تعلیم پر بھی خاص توجہ دیں تاکہ بڑے ہو کر وہ نہ صرف اچھے مسلمان ثابت ہوں، بلکہ اچھے انسان اور ملک و معاشرے کے لیے اچھے شہری اور مفید انسان ثابت ہوں۔
- اپنی اولاد کو نیک بنانے، نیک صحبت اختیار کرنے کی ہر ممکن تربیت فراہم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم : ۹)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آگ سے بچاؤ۔

- اگر کسی کی ایک سے زائد اولادیں ہوں تو ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا اور مساویانہ سلوک اور رویہ رکھیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے اپنے لڑکوں میں سے کسی ایک کو ایک باغ ملکیت میں دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ آپ اس (ملکیت میں دینے پر) شاہد رہیں۔ حضور ﷺ نے اس صحابی سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے سب بچوں کو ایک ایک باغ دیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا تو میں ایسی ظالمانہ بخشش پر گواہ نہ بنوں گا۔
- طاقت ہو تو ان کا عقیقہ بھی کریں۔
- گھر میں انھیں اچھا اور پاکیزہ ماحول فراہم کریں اور ان کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے کوتاہی نہ کریں تاکہ وہ اخلاق حسنہ اختیار کریں اور اسلامی تعلیمات ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائیں۔
- لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیں، ورنہ وہ احساس محرومی کا شکار ہو جائیں گے۔
- چھوٹے بچوں کی معمولی شرارتوں کو اور بے ضرر کوتاہیوں کو نظرانداز کیا جائے۔ اولاد کو بلاوجہ روکنے ٹوکنے، جھڑکنے اور مارنے پیٹنے سے ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے، خاص طور پر دوستوں کے سامنے اولاد پر تنقید ان کی ذہنی بالیدگی پر اثرانداز ہوتی ہے۔

- بچوں کی جسمانی تربیت کے لیے انھیں کھیل کود کے بھرپور مواقع مہیا کریں۔
- ان کی کامیابیوں پر انھیں ہمت افزائی کے طور پر انعام بھی دیں تاکہ ان کی مزید حوصلہ افزائی ہو سکے۔
- بچوں کو پیار، محبت اور چاہت سے نوازیں، ہاں البتہ ان میں کوئی تعلیمی کوتاہی یا اخلاقی تربیت کا فقدان دیکھیں، تو والدین کا فرض ہے کہ ان سے باز پرس اور تنبیہ کریں تاکہ بچے کی اصلاح ہو سکے۔

- اسلام نے جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق مقرر کیے ہیں، اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق ضروری قرار دیے ہیں۔
- اولاد کے حقوق میں سے والدین پر ایک حق یہ بھی ہے کہ ان کی پرورش، تربیت، تعلیم اور شادی بیاہ کا اچھے طریقے پر بندوبست کریں۔
- اپنی اولاد کے لیے دینی تعلیم اور اچھا ماحول مہیا کریں۔
- والدین کا اپنی ساری اولاد کے لیے سلوک مساویانہ ہونا چاہیے۔

- قرآن مجید کی آیت "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا" باترجمہ چارٹ پر لکھ کر دیوار پر آویزاں کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) اسلام نے جاہلیت کے دور کی جن رسوم کو ختم کیا، ان میں سے دو کا ذکر کریں۔

(۲) والدین پر اولاد کے حقوق میں سے کوئی بھی تین حقوق بیان کریں۔

(۳) ایک سے زائد اولاد ہونے کی صورت میں اسلام نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے؟

(۴) اولاد کو بلاوجہ روکنے ٹوکنے، جھڑکنے اور مارنے سے ان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اولاد والدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے:

(الف) زحمت (ب) مصیبت (ج) خشیت (د) نعمت

(۲) چھوٹے بچوں کی معمولی شرارتوں پر:

(الف) ان سے درگزر کریں (ب) ان کو سزا دیں

(ج) ان کو انعام دیں (د) انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں

(۳) اولاد کو بلاوجہ روکنے ٹوکنے، جھڑکنے اور مارنے پیٹنے سے:

(الف) حوصلہ افزائی ہوتی ہے (ب) تربیت ہوتی ہے

(ج) عزّتِ نفس مجروح ہوتی ہے (د) خوشی ہوتی ہے

(۴) بچوں کی جسمانی تربیت کے لیے انھیں مواقع مہیا کریں:

(الف) کھانے پینے کے لیے (ب) کھیل کود کے لیے

(ج) پڑھائی کے لیے (د) ڈرامے کے لیے

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) بچے معصوم اور .... کی مانند ہوتے ہیں۔

(۲) ہمارے پیارے نبی ﷺ بچوں سے بے حد .... کرتے تھے۔

(۳) لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ .... سلوک کریں۔

(۴) چھوٹے بچوں کی معمولی شرارتوں اور .... کو نظر انداز کیا جائے۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ اگر حیثیت اجازت دے تو والدین اولاد کا عقیقہ کریں۔		
۲۔ اولاد ماں باپ کے لیے ایک زحمت ہوتی ہے۔		
۳۔ دوستوں کے سامنے اولاد پر تنقید اور مار پیٹ کرنی چاہیے۔		
۴۔ بچوں کو گھر میں اچھا اور پاکیزہ ماحول فراہم کریں۔		

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ اسلام نے والدین پر اپنی اولاد	اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے۔
۲۔ اولاد والدین کے لیے	سلوک مساویانہ ہونا چاہیے۔
۳۔ ضرورت اور استطاعت کے مطابق	کے حقوق مقرر فرمائے ہیں۔
۴۔ والدین کا اپنی ساری اولاد کے لیے	اولاد کو اعلیٰ تعلیم کی سہولت بہم پہنچائیں۔

- طلبہ و طالبات سے اولاد کے حقوق پر تبادلہ خیال کروائیں۔

(ج)   اساتذہ کے حقوق

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- استاد کے مقام اور خدمات کو سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- اساتذہ کے حقوق جان کر بیان کر سکیں گے اور زندگی میں عملی طور پر اپنا سکیں گے۔
- استاد معاشرے کے لیے کس طرح سے کار آمد اور اہمیت کا حامل شہری ہوتا ہے؟ اس بات کو سمجھ سکیں گے۔

تعارف: اسلام وہ واحد دین ہے، جس نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فرمائی ہے۔ان کا تعلق نجی زندگی سے ہو یا معاشرتی زندگی سے، وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے، ان کا تعلق اخلاقیات سے ہو یا سیاسیات سے۔ان تمام مسائل میں قرآن مجید اور حدیث مبارک میں ان کی وضاحت موجود ہے۔اساتذہ جس شعبے سے تعلق رکھتے ہیں، اسلام نے اسے اعلیٰ درجہ کا مقام بخشا ہے، یہاں تک کہ استاد کو روحانی والد سمجھا جاتا ہے۔

استاد چوں کہ تعلیم سے وابستہ ہوتا ہے، طلبہ کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے، انھیں ملک و معاشرے کا مفید اور کار آمد شہری بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اس لیے معاشرے میں استاد کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

اور اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ

''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا، اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا''۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اپنے استاد کی، والدین سے زیادہ عزّت وتوقیر کر''۔

اساتذہ کے حقوق وآداب:

- استاد طالب علم کے لیے روحانی والد ہوتا ہے۔اس لیے والد کی طرح ہی اس کا ادب کرنا چاہیے۔
- اپنی آواز کو استاد کی آواز سے بلند نہیں کرنا چاہیے۔

- استاد کے احکام کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔
- استاد کے ساتھ ملنے کے وقت سلام میں پہل کرنی چاہیے۔
- استاد کے سامنے زیادہ ہنسنے اور غیر ضروری باتیں کرنے سے اجتناب کیا جائے۔
- طالب علم کی اخلاقی تربیت کو سامنے رکھتے ہوئے کبھی کبھار استاد ڈانٹیں تو ان کی ڈانٹ کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے۔
- کلاس/جماعت میں کوئی ایسی حرکت نہ کریں، جس سے اُستاد ناراض ہو۔
- اپنے اساتذہ کی عزت وتوقیر کریں۔
- ان کا دیا ہوا علم غور سے سنیں اور پڑھیں۔
- جماعت میں کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کریں، جس سے تعلیمی ماحول اور سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ آئے۔
- ان سے ہمیشہ ادب سے پیش آئیں۔

علم، ادب کا نام ہے۔ اس لیے طالبِ علم اپنے استاد کا جتنا زیادہ ادب کرے گا، اتنا ہی زیادہ علم کے زیور سے آراستہ ہوگا۔ مغربی ممالک میں بھی استاد کو اعلیٰ اور بلند مقام دیا جاتا ہے، مگر اسلام نے استاد کو پیغمبروں سے نسبت کا جو مرتبہ بخشا ہے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ جن معاشروں میں استاد کی عزت اور حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے وہ معاشرے ہمیشہ ترقی کے منازل طے کرتے ہیں اور وہاں اچھے شہری پیدا ہوتے ہیں۔

ہمیں اس سے یہ سبق ملا کہ اپنے اساتذہ کا والدین کی طرح خلوصِ دل سے ادب واحترام کریں اور ان کی فرمانبرداری کریں۔

- اسلام وہ دین ہے، جس نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی ہے۔
- اساتذہ کا معاشرے میں اہم مقام ہے۔ وہ جس پیشے سے تعلق رکھتے ہیں، وہ نہایت اعلیٰ اور اونچا ہے۔
- ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے"۔
- مغربی تہذیب وثقافت میں بھی استاد کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، مگر اسلام نے جو اس کو مقام بخشا ہے، وہ نہایت اعلیٰ وبرتر ہے۔
- محفل میں اساتذہ کو عزّت واحترام سے باوقار مقام دیا جائے۔

- طلبہ وطالبات اپنے اپنے الفاظ میں "اساتذہ کے آداب" پر مضمون تحریر کرکے اپنے اساتذہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) مُعلّم کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث بیان کریں۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا استاد کے بارے میں قول بیان کریں۔

(۳) استاد کے کوئی بھی تین حقوق و آداب مختصر طور پر بیان کریں۔

(۴) اچھے شہری کن معاشروں میں پیدا ہوتے ہیں؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا اس نے مجھے:

(الف) اپنا بھائی بنالیا | (ب) اپنا غلام بنالیا

(ج) اپنا دوست بنالیا | (د) اپنا دشمن بنالیا

(۲) اسلام نے استاد کو جو مقام بخشا ہے وہ:

(الف) نہایت اعلیٰ و برتر ہے | (ب) مناسب ہے

(ج) مساویانہ ہے | (د) نامناسب ہے

(۳) مغربی تہذیب و ثقافت میں استاد کو دیکھا جاتا ہے:

(الف) عام نگاہ سے | (ب) مذاق کی نگاہ سے

(ج) احترام کی نگاہ سے | (د) غصے کی نگاہ سے

(۴) جن معاشروں میں استاد کی عزت اور حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے وہ معاشرے ہمیشہ:

(الف) ترقی نہیں کرتے | (ب) اچھے شہری پیدا نہیں کرتے

(ج) فساد پیدا کرتے ہیں | (د) ترقی کرتے ہیں

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) معاشرے میں استاد کو .... کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

(۲) مغربی ممالک میں بھی استاد کو اعلیٰ اور .... دیا جاتا ہے۔

(۳) استاد سے ہمیشہ .... سے پیش آنا چاہیے۔

(۴) طالبِ علم اپنے استاد کا جتنا زیادہ ادب کرے گا، اتنا ہی زیادہ .... کے زیور سے آراستہ ہو گا۔

(۵) اسلام نے استاد کو................... سے نسبت کا مرتبہ بخشا ہے۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ اسلام وہ واحد دین ہے، جس نے	بلند نہیں کرنا چاہیے۔
۲۔ اپنی آواز کو استاد کی آواز سے	اتنا ہی زیادہ علم کے زیور سے آراستہ ہو گا۔
۳۔ طالبِ علم اپنے استاد کا جتنا زیادہ ادب کرے گا،	نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔
۴۔ مغربی تہذیب و ثقافت میں استاد کو	زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فرمائی ہے۔

- اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ و طالبات کو اساتذہ کے مقام و مرتبہ پر مُناسب اوقات میں لیکچر کا اہتمام کرتے رہیں تاکہ ان کے ذہنوں میں اساتذہ کا مقام و احترام راسخ ہو جائے۔

دمشق (شام) میں واقع قدیم یونیورسٹی کا منظر۔

(د)   پڑوسیوں کے حقوق

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- پڑوسیوں کے حقوق اوران کی اہمیت جان کر سنا سکیں گے۔
- پڑوسیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات بیان کر سکیں گے۔
- پڑوسیوں سے اچھے تعلقات کی اہمیت تحریر کر سکیں گے۔
- پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں آگاہ ہو کر عمل کر سکیں گے۔

تعارف: ہمسایوں یا پڑوسیوں کے بارے میں اسلام کے احکام نہایت واضح طور پر بتائے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے اوران کے حقوق ادا کرنے پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں کئی مقامات پر پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے اوران کے حقوق کا خیال رکھنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (سورۃ النساء: آیت ۳۶)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ احسان کرو“۔

پڑوسی کا مفہوم: جس کا گھر آپ کے گھر کے ساتھ ہو۔ ارد گرد اور پڑوس کے گھر سب ہمسایہ میں شمار ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ہمسائے کے حق کا دائرہ دائیں بائیں، آگے پیچھے چالیس گھر تک وسیع ہوتا ہے“۔

پڑوسی کے اقسام: قرآن مجید نے پڑوسیوں کے تین قسم بیان کیے ہیں:

(۱) رشتہ دار ہمسایہ (۲) اجنبی ہمسایہ (۳) پاس بیٹھنے والا ہمسایہ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

- پاس بیٹھنے والوں میں ایک مدرسے کے دو طالب علم۔
- ایک سفر کے دو ساتھی۔

- ایک کارخانے کے دو ملازم۔
- ایک استاد کے دو شاگرد۔
- ایک دوکان پر دو خریدار۔

بیک وقت سارے ہمسایوں میں داخل ہیں، ان سب کے حقوق ہمسایوں والے ہیں۔

پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت: پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے متعدد احادیث نقل کی گئی ہیں، جن سے پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "جبریل علیہ السلام نے مجھے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اس قدر تاکید کی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں ان کو وارث قرار نہ دے دیا جائے"۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ پڑوسیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وہ شخص مؤمن نہ ہوگا"۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کون یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص، جس کا پڑوسی اس کی شر سے محفوظ نہ ہو"۔

ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ شخص ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا، جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے" آپ ﷺ نے فرمایا: " پھل خرید و تو کچھ پڑوسی کے گھر بھیجو اور اگر نہ بھیج سکو تو پوشیدہ رکھو اور بچوں کو دے کر باہر نہ نکلنے دو کہ اس کے بچے للچائیں نہیں"۔

پڑوسیوں کے حقوق: اسلام نے پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے پر بہت زور دیا ہے۔

- پڑوسیوں کے غم اور خوشی میں شریک ہو کر ان کی خوشی اور غم میں برابر کے حصہ دار بنیں۔
- پڑوسیوں کے آرام و سکون کا ہر دم خیال رکھیں اور کوئی ایسی بات یا عمل نہ کریں، جس سے پڑوسیوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔
- اگر پڑوسی امداد کا مستحق ہو تو اس کی ہر ممکن مدد کریں۔
- پڑوسیوں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں۔
- غریب پڑوسیوں کو بھی برابر کا درجہ دیں تاکہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اور وہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں۔
- کھانے پینے کی چیزوں میں سے کچھ حصہ پڑوسیوں کے ہاں بھیجتے رہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو۔

ہمیں اس سے یہ سبق ملا کہ ہم اپنے ہمسایوں کا حتی المقدور خیال رکھیں۔ ان کو ہر قسم کی تکالیف پہنچانے سے گریز کریں۔ ان کے ہر دکھ و درد میں شریک ہوں۔ جتنا ہو سکے، ان کے امن، سکون و آرام کا خیال رکھیں، تاکہ ہمارا محلہ، شہر اور معاشرہ خوشگوار ہو سکے۔

- اسلام نے ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں نہایت واضح ہدایات دی ہیں۔
- پاس بیٹھنے والوں میں ایک مدرسے کے دو طالب علم، ایک سفر کے دو ساتھی اور ایک کارخانے کے دو ملازم اور ایک استاد کے دو شاگرد یہ سارے ہمسایوں میں شامل ہیں۔

- استاد کی نگرانی میں طلبہ و طالبات پڑوسیوں کے حقوق پر تبادلۂ خیال کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) پڑوسی کن کو کہا جاتا ہے؟

(۲) پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں قرآن مجید ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟

(۳) حضور ﷺ نے پڑوسیوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ کسی ایک حدیث کا ترجمہ بیان کریں۔

(۴) پڑوسیوں کے حقوق میں سے کوئی بھی دو حقوق بیان کریں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) پڑوسیوں کے ساتھ پیش آنا چاہیے:

(الف) حسن سلوک سے (ب) بے رخی سے

(ج) بد سلوکی سے (د) غصے سے

(۲) غریب پڑوسیوں کو بھی برابری کا درجہ دیں تاکہ وہ:

(الف) خوش رہیں (ب) احساس محرومی کا شکار ہوں

(ج) پریشان ہوں (د) غمزدہ ہوں

(۳) پڑوسی کو تکلیف دینے والا:

(الف) خوش رہتا ہے　　(ب) جنت میں جائے گا

(ج) مسلمان نہیں ہو سکتا　　(د) اچھا شہری بنے گا

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) وہ شخص ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی..........رہے۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "ہمسایے کا دائرہ آگے پیچھے................ تک وسیع ہوتا ہے"۔

(۳) پڑوسیوں کے ہر غم اور خوشی میں .... ہونا چاہیے۔

(۴) کھانے پینے کی چیزوں میں سے کچھ .... پڑوسیوں کے ہاں بھیجتے رہنا چاہیے۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ ہمسایوں یا پڑوسیوں کے بارے میں اسلام	اس کی ہر ممکن مدد کریں۔
۲۔ پڑوسیوں کے غم اور خوشی میں شریک ہو کر	دو شاگرد یہ سارے ہمسایوں میں شامل ہیں۔
۳۔ اگر پڑوسی امداد کا مستحق ہو تو	کے احکام نہایت واضح طور پر بتائے گئے ہیں۔
۴۔ غریب پڑوسیوں کو بھی برابر کا درجہ دیں تاکہ	ان کی خوشی اور غم میں برابر کے حصہ دار بنیں۔
۵۔ ایک کارخانے کے دو ملازم اور ایک استاد کے	ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

- اساتذہ کرام طلبہ وطالبات سے وقتاً فوقتاً پوچھتے رہیں کہ آج تم نے کس طرح پڑوسیوں کے حقوق بجا لائے ہیں۔

باب پنجم

ہدایت کے سر چشمے / مشاہیرِ اسلام

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے انبیاء اور رسول علیہم السلام بھیجے جو اپنی اپنی امتوں کو صحیح راہ کی دعوت اور دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا، جو تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشاعتِ توحید اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو روشن اور صحیح راستے پر لانے کے لیے آخری دم تک بھرپور کوشش فرماتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلے میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور مصائب برداشت کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت اور کوشش کے نتیجے میں بہترین لوگوں کی جماعت تیار ہوئی۔ انھوں نے تبلیغِ دین کے سلسلے میں پورا پورا حق ادا کیا اور قربانیاں دیں۔

صحابۂ کرام میں سے اُمّ المؤ منین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام اسلام میں درخشندہ باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ عورت ہیں، جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں، جنھوں نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام کو قبول کرنے میں سبقت فرمائی۔ ان دونوں شخصیات کی اسلام کی سربلندی کے لیے بڑی خدمات ہیں۔

صحابہ کرام کے بعد تبلیغِ دین کے سلسلے میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا بڑا کردار رہا ہے۔ انھوں نے دین کی اشاعت کے لیے بڑی محنت کی۔ ان کا کردار اور گفتار لوگوں کے لیے مشعلِ راہ بنا۔ ان میں سے ایک حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کا نام شہرت کی بلندی تک پہنچا ہوا ہے۔

اسی طرح اسلامی جرنیلوں میں کچھ ایسے لوگ گزرے ہیں جن کی بہادری اور جرأت کے نتیجے میں اسلام کو وسعت ملی اور اسلامی فتوحات ہوئیں۔ ان میں طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت اعلیٰ شہرت تک پہنچا ہوا ہے۔ یہ وہ شخصیات ہیں جن کے دینی کارنامے ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ان کا کردار ہمارے لیے ہدایت اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔

مقاصد

اس باب میں اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور فاتحِ اندلس طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ ان چار شخصیتوں کا ذکر ہوگا۔

اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، خلیفتہ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور جرنیل اسلام فاتحِ اندلس طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اعلاء کلمۃ اللہ اور ترویجِ دین کے سلسلے میں کی گئی خدمات سے روشناس ہو سکیں گے اور ان کو مشعل راہ بناتے ہوئے اپنی عملی زندگی میں ان کے نمونہ پر بنانے کی کوشش کریں گے تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ بھی ہو جائے اور صالح معاشرہ بھی پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔

سندھ کی مشہور تعلیمی درسگاہ سندھ یونیورسٹی اولڈ کیمپس-حیدرآباد

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضور ﷺ پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں،اس کے متعلق آگاہ ہو سکیں گے۔
- اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ زندگی سے متعلق روشناس ہو کر سنا سکیں گے۔
- نبی اکرم ﷺ اور اسلام کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اہم خدمات بیان کر سکیں گے۔

تعارف: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ولادت قریش کے ایک معزز خاندان میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا نام ''خویلد'' ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت نیک خاتون تھیں۔ یہی وجہ تھی کی قبولِ اسلام سے قبل ہی عرب میں ''طاہرہ'' (پاک) کے لقب سے مشہور ہو گئیں تھیں۔

کاروبار: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبولِ اسلام سے قبل بڑے پیمانے پر تجارتی کاروبار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لیے دیتی تھیں۔ اتنے بڑے کاروبار کے لیے آپ رضی اللہ عنہا کو کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو کہ لین دین اور دیانت وامانت میں اپنی مثال آپ ہو۔

نبی کریم ﷺ کی شہرت ان دنوں مکہ مکرمہ میں ''صادق'' اور ''امین'' کے لقب سے عام تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک جب آپ ﷺ کی شہرت پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے کہلوایا کہ ان کا سامانِ تجارت لے کر ملک شام جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ پیشکش قبول فرمائی اور تجارتی قافلے کے ساتھ سامان لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جاتے وقت اپنا ایک غلام ''مَیْسرہ'' بھی قافلے کے ساتھ بھیجا۔ آپ ﷺ نے وہ سامانِ تجارت بہتر منافع پر فروخت کیا اور واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔

نکاح: ''مَیْسرہ'' غلام جو قافلے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ تھا، انہوں نے واپسی پر حضور ﷺ کی دیانت ،امانت، پاکیزگی اور اعلیٰ کردار کی تعریف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی۔ آپ رضی اللہ عنہا جو پہلے ہی نبی کریم ﷺ کے کردار، دیانت اور شرافت واخلاق کی تعریف سن چکی تھیں ۔ غلام کی باتیں سن کر اور زیادہ متاثر ہوئیں۔ کافی غور وخوض کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو شادی کا پیغام بھیجا، جسے آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد قبول فرمالیا۔ آپ ﷺ کا نکاح حضرت ابو طالب نے ہی پڑھایا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال اور حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اور سیرت: نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کردار اور سیرت میں مزید نکھار پیدا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کے لیے اپنی تمام تر دولت اور جائداد وقف کر دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام کی وہ واحد خاتون تھیں، جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں میں مشرکین مکہ کا ظلم و جبر اور سختیاں بھی برداشت کیں اور ساتھ ہی ایک وفاشِعار رفیقہ حیات کا کردار نہایت خوبی سے نبھاتی رہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ

''سب سے زیادہ شرف اور فضیلت والی عورت مریم بنت عمران ہیں اور سب سے زیادہ شرف اور فضیلت والی عورت خدیجہ بنت خویلد ہیں''۔

اہلِ قریش نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے خاندان کے لوگوں کو شِعبِ ابی طالب میں محصور کیا اور ان سے قطع تعلق کر لیا تو اس دوران اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں۔
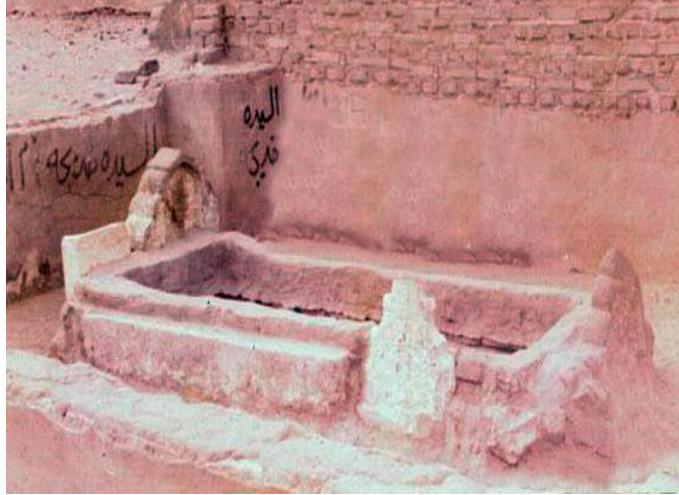
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

بطور رفیقۂ حیات: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تقریباً پچیس برس رہا۔ نبوت کے دسویں سال جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پینسٹھ برس تھی، آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب کا بھی انتقال ہوا۔ ان دونوں ہستیوں کے انتقال کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت رنجیدہ ہوئے اور اس سال کو ''عام الحُزن'' یعنی غم کا سال قرار دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ اسلام میں ایک بلند حیثیت رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے کئی امتیازات ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اور مُنفرد امتیاز یہ بھی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔

ہمیں اس سے یہ سبق ملا کہ دینِ اسلام کی ترویج اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلے میں اگر تکالیف اور مصائب آ جائیں، تو ان کو حوصلہ سے برداشت کرتے رہیں اور ان پر صبر کریں اور اسلام کی راہ میں ہم ہر چیز کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اسی صورت میں ہماری دنیوی و اخروی فلاح ہے۔

- اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تعلّق قریش کے ایک معزّز خاندان سے تھا۔ اسلام لانے سے قبل بھی آپ رضی اللہ عنہا "طاہرہ" کے لقب سے مشہور تھیں۔
- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسلام سے قبل بڑے پیمانے پر تجارتی کاروبار تھا۔
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دیانت، صداقت اور امانت کی شہرت مکہ مکرّمہ میں عام تھی۔ جب یہ شہرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیجا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبول فرمالیا۔
- نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔
- اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تمام دولت اسلام کے لیے وقف کر دی۔
- حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری اولاد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔

- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غارِ حراء میں نبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا۔ اس موقعہ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کن الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دی؟ سیرت کی کسی معتبر کتاب کا مطالعہ کریں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ اپنی اپنی کاپیوں میں درج کریں اور اپنے اساتذہ سے چیک کروائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خاندانی پس منظر بیان کریں۔

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کاروباری معاملات کے لیے کس قسم کے شخص کی ضرورت تھی؟

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اسلام کی خدمت کے حوالے سے کیسا رہا؟

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کون سی حدیث مبارک سُنی؟

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) ''میسرہ'' نامی شخص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا:

(الف) بھائی (ب) پڑوسی (ج) غلام (د) رشتہ دار

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا:

(الف) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ب) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے

(ج) حضرت ابو طالب نے (ج) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت ان کی عمر تھی:

(الف) ۵۵سال (ب) ۶۵سال (ج) ۷۰سال (د) ۷۵سال

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے:

(الف) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے (ب) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے (ج) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے (د) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) قبولِ اسلام سے قبل ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا .... کے لقب سے مشہور تھیں۔

(۲) اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام..................... تھا۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت لے کر ملک..................... گئے تھے۔

(۴) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر.......... .....سال تھی۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا نام ''خویلد'' ہے۔	☐	☐
۲۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ''صدیقہ'' کے لقب سے مشہور تھیں۔	☐	☐
۳۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو طالب کی وفات کے سال کو ''عام الحُزن'' یعنی غم کا سال قرار دیا۔	☐	☐
۴۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۵ سال اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی۔	☐	☐
۵۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پینسٹھ برس کی عمر میں ہوا۔	☐	☐

ہدایت برائے اساتذہ

- اساتذہ کرام طلبہ و طالبات کو اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے بارے میں وارد مزید احادیث سے آگاہ کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاندانی نسبت سے آگاہ ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے خدمات اور اسلام میں ان کے رتبے کو بیان کر سکیں گے۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے مختلف خدمات کو تحریر کر سکیں گے اور اپنی زندگی کے لیے ان کو مشعلِ راہ بنا سکیں گے۔

تعارف: اسلام کو اپنی بے مثال جد وجہد اور لازوال کردار سے جِلا بخشنے والوں میں خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام گرامی اسلام کے روشن ستاروں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام "علی"، کنیت "ابوالحسن" اور "ابو تراب" تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت ابو طالب اور والدہ ماجدہ کا نام "فاطمہ بنتِ اسد" تھا۔ والدہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب "حیدر" یعنی "شیر" رکھا۔

اعلانِ نبوت کے وقت جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر صرف تقریباً دس سال تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت کی تصدیق فرمائی۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور باوجود کم سنی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دین حق کی ترویج کے سلسلے میں ساتھ نبھانے کا عزم کیا۔

ہجرت: اہلِ قریش کے ظلم و ستم اور تبلیغِ اسلام میں رکاوٹ بننے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان تھوڑے تھوڑے کر کے ہجرت کرتے رہے۔ جب آپ ﷺ نے خود ہجرت کا ارادہ فرمایا، تو وہ امانتیں جو اہلِ مکہ نے حضور ﷺ کے پاس رکھوائی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور فرمایا: "ان امانتوں کو ان کے اصل مالکان کو واپس کر کے مدینہ چلے آنا"۔ نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بستر مبارک پر سو گئے۔ کفار مکہ رات بھر حضور ﷺ کے گھر کو گھیرے رہے۔ صبح کے وقت جب انھیں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کی خبر ملی تو سخت مایوس اور نا امید ہوئے اور واپس لوٹ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید تین دن مکہ میں قیام کیا اور حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں تمام امانتیں ان کے مالکان کو لوٹا کر مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہوئے اور مقامِ "قباء" پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے جا ملے۔

غزوات میں شرکت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کی شہرت دور تک پہنچ چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ جب کسی مشرک کے مقابلے پر میدانِ جنگ میں اترتے تو دشمن خوف زدہ ہو کر یا تو بھاگ جاتا یا آپ کے ہاتھوں قتل ہو جاتا، جیسا کہ غزوۂ خیبر میں مشہور یہودی پہلوان "مَرحَب" کو قتل کیا اور خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ حضور ﷺ کے حکم سے غزوہ تبوک کے سوا تمام غزوات میں آپ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے بے مثال کارنامے سر انجام دیے۔ جن مشہور غزوات میں شرکت فرمائی، ان میں غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر اور غزوۂ حُنین شامل ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: نبی کریم ﷺ نے اپنی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جب شادی کی تیاریاں ہونے لگیں تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: "اے علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس اس وقت کیا چیز موجود ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس اس وقت ایک گھوڑا اور ایک زِرہ ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زِرہ فروخت کر دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زِرہ فروخت کر کے شادی کے لیے ضروری سامان خریدا۔ رسول کریم ﷺ نے خود اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور بہت ساری دعاؤں کے ساتھ بیٹی کو رخصت کیا۔

خلافت: خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باغیوں کے ہاتھوں شہادت کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں بے انتہا بدامنی، بدنظمی اور انتشار پھیل گیا۔ تین دن تک کسی خلیفہ کا انتخاب عمل میں نہ آ سکا۔ ہر طرف باغی دندناتے پھر رہے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کی ذمہ داری سنبھال لیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ بالآخر انصار اور مہاجرین دونوں کے بے حد اصرار پر اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۳۵ھ میں خلافت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مسجد نبوی میں تمام مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے

ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام حکومتی شعبوں میں بنیادی تبدیلیاں اور اصلاحات کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں وہ واحد خلیفہ ہیں، جنھوں نے شر پسندوں کے حالات کے پیشِ نظر مدینہ منورہ کے تقدس کو مد نظر رکھتے ہوئے دار الخلافہ مدینہ منورہ سے تبدیل کرکے کوفہ منتقل کیا۔

شہادت: خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ انصاف و بہتر انتظام کے ساتھ حکومتی امور چلانے میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت سنبھالے صرف چار سال اور نو ماہ ہی ہوئے تھے کہ ایک بدبخت عبدالرحمٰن ابن مُلجم ملعون نے مسجدِ کوفہ کے اندر دورانِ نمازِ فجر حالتِ سجدہ میں ایک زہریلی تلوار سے آپ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے اور تیسرے روز ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں خالقِ حقیقی سے جا ملے اور شہادت کا عظیم رتبہ پایا۔

اولاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ اولاد ہوئی:

- حضرت حسن رضی اللہ عنہ
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ
- حضرت محسن رضی اللہ عنہ
- حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا
- حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے نہایت کثرت کے ساتھ اولاد ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل:

- جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عمر کے چھوٹے ہی تھے، تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کفالت اپنے ذمہ لی، چنانچہ اس وقت سے برابر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ عاطفت اور زیرِ تربیت رہے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور تربیت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فطرت سنور چکی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے کے بعد دوسرے ہی دن آپ رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً دس سال تھی۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مشکل سے چودہ پندرہ برس تھی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغِ اسلام کی کوشش فرمائی اور خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور کھانے کی دعوت کا اہتمام فرمایا اس دعوت میں خاندان کے چالیس آدمی شریک ہوئے۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر تین مرتبہ فرمایا:

"اے عبد المطلب کی اولاد! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تمھارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط میں میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار ہو؟" اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی کہ "اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں، تاہم میں آپ کا مددگار اور دست و بازو بنوں گا"۔

- جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر بائیس برس تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بسترِ اطہر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آرام کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ یہ نوجوان خطرے کی حالت میں نہایت آرام و سکون کے ساتھ محوِ خواب رہے۔ صبح ہوتے ہی مشرکین ناپاک ارادے کی تکمیل کے لیے اندر آنے کے وقت یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے ایک جان نثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لیے سر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر سو رہا ہے۔ اس وقت مشرکین سخت برہم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش و جستجو میں روانہ ہو گئے۔
- صلح حدیبیہ کے موقعے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دستور کے مطابق "هٰذَا مَا قَاضٰى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" (یہ وہ دستاویز ہے، جس کے نکتوں پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتفاق کیا ہے) کے الفاظ سے شروعات کی۔ مشرکوں نے ان الفاظ پر اعتراض کیا اور کہا کہ اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "اللہ کا رسول" تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے مٹا دینے کا حکم فرمایا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیرتِ اسلامی نے گوارا نہ کیا اور عرض کی "اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس کو نہیں مٹا سکتا"۔
اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ان الفاظ کو مٹایا اور اس کے بعد صلح نامہ میں "محمد بن عبداللہ" لکھا گیا۔
- ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لیے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شرکتِ جہاد کی محرومی کا غم تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس حال کا علم ہوا تو غم دور کرنے کے لیے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علی! کیا تم اسے پسند نہیں کرو گے کہ میرے نزدیک تمھارا مرتبہ وہ ہو، جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا"۔

ہمیں اس سے یہ سبق ملا کہ حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ دُنیا کی زندگی ایک عارضی زندگی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینِ اسلام کی خدمت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہو کر ہمیں دونوں جہانوں کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

- خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ''علی'' کنیت ''ابوالحسن'' اور ''ابوتراب'' تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''حیدر'' تھا۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر صرف دس سال تھی کہ آپ نے اعلانِ نبوت کی تصدیق فرمائی۔ بچوں میں آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو وہ امانتیں، جو اہلِ مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھوائی تھیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور فرمایا کہ ان امانتوں کو اصل مالکوں کے حوالے کر کے چلے آنا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام امانتیں اصل مالکوں کے حوالے کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام ''قباء'' پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔
- آپ رضی اللہ عنہ کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی۔
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کی ذمہ داریاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صرف چار سال اور نو مہینے خلافت کی۔

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل کو اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور بچپن کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کتنی عمر تھی؟

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ سے تبدیل کر کے کوفہ کیوں منتقل کیا؟

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کریں۔

۲۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک رہے سوائے:

(الف) غزوۂ خندق کے (ب) غزوۂ اُحد کے
(ج) غزوۂ خیبر کے (د) غزوۂ تبوک کے

(۲) صبح کے وقت جب کفار کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہجرت کی خبر ملی تو:

(الف) بہت خوش ہوئے (ب) بہت مایوس اور ناامید ہوئے
(ج) سخت غضبناک ہوئے (ج) بہت خوفزدہ ہوئے

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ فروخت کر کے ضروری سامان خریدا:

(الف) گزران کے لیے (ب) سفر پر جانے کے لیے
(ج) مہمانوں کی ضیافت کے لیے (د) شادی کے لیے

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں:

(الف) سنہ ۲۵ھ میں (ب) سنہ ۳۰ھ میں
(ج) سنہ ۳۵ھ میں (د) سنہ ۴۰ھ میں

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیتوں میں سے ایک کنیت .... تھی۔
(۲) غزوۂ خیبر میں مشہور یہودی پہلوان.................... کو قتل کیا۔
(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شادی کا ضروری سامان خریدنے کے لیے اپنی .... فروخت کی۔
(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمّہ داری .... تک نبھائیں۔
(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حالات کے پیش نظر دارالخلافہ.................... سے تبدیل کر کے کوفہ منتقل کیا۔
(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح.................... نے خود پڑھا۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔		
۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔		
۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کر کے تمام امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں۔		
۴۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عمر کے چھوٹے ہی تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ کی کفالت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کی۔		
۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۱ شعبان ۴۰ھ میں ہوئی۔		

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام "علی"، کنیت	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول کیا۔
۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سن	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔
۳۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقام قباء پر جا ملے۔
۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ امانتیں واپس کر کے	۴۰ ہجری میں شہید کیے گئے۔
۵۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی بیٹی	"ابوالحسن" اور "ابوتراب" تھی۔

• طلبہ وطالبات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے متعلق مختصر حالات سے آگاہ کریں۔

استنبول کے طوپ قاپی سرائے میوزیم میں رکھی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تلوار مبارک

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے واقف ہو کر سنا سکیں گے۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغِ دین کے لیے جو کاوشیں فرمائیں، ان پر بحث کر سکیں گے۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے اہم واقعات اور تصانیف کے بارے میں تحریر کر سکیں گے۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی کو مشعل راہ بناتے ہوئے، اپنی فلاح دارین کے لیے عملی کوشش کر سکیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلسلۂ نبوت کے اختتام کے بعد لوگوں کی رہنمائی اور دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے نیک اور صالح ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی پوری زندگی نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں سے روکنے کے لیے وقف تھی۔ ایسے لوگوں کی زندگی کا مقصد خلقِ خدا کی بہتری اور دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھا۔

کچھ ایسی ہی نیک ہستیوں میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ہوتا ہے، جنھوں نے اپنے نیک اعمال اور تبلیغِ دین کے ذریعے اسلام کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچایا۔

تعارف: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام "علی" اور والد کا نام عثمان تھا۔ آپ کی ولادت افغانستان کے علاقے ہجویر میں ۴۰۰ھ بمطابق ۱۰۰۹ء میں ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "ہجویری" کہا جاتا ہے۔ دینداری اور لوگوں کی

خدمت کرنے پیغامِ امن کی وجہ سے ان کی شہرت دور دراز تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ مختلف علاقوں سے کئی لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر ایمان، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اخلاق کی تعلیمات حاصل کر کے اپنی روح کی تسکین کر لیتے جیسے خزانہ پا لیا ہو۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''گنج بخش''، یعنی روحانی خزانہ بخشنے والا مشہور ہو گیا۔

تعلیم و تربیت: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے دور دراز علاقوں اور مختلف ممالک کا چالیس سال تک سفر کیا۔ دورانِ سفر مختلف علماء اور بزرگانِ دین سے ملاقاتیں کیں۔ ان سے علمی مجالس اور تزکیۂ نفس حاصل کیا اور ان سے علمِ دین اور روحانی تربیت حاصل کی۔

تبلیغِ دین: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی اور روحانی تربیت مکمل کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے۔ آپ لاہور آتے ہی تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح اور رہنمائی کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کی وجہ سے ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ حضرت داتا گنج بخش بے جا شہرت اور نام و نمود کے سخت مخالف تھے۔ دین پر سختی سے کاربند رہتے۔ وقت کے حکمران بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کافی عرصہ خدمت کرنے کے بعد آپ کی جب کوئی کرامت دیکھ نہ پایا تو مایوس ہو کر جانے لگا۔ حضرت داتا گنج بخش نے پوچھا کہ واپس کیوں جا رہے ہو؟ وہ شخص بولا: حضرت! میں تو مرید ہونے کے لیے آیا تھا، مگر جیسا کہ اولیاء کرام سے کرامات ظاہر ہوا کرتی ہیں، اس طرح آپ کی کوئی کرامت نہ دیکھ کر مایوس ہو کر جا رہا ہوں۔ اس شخص کی بات سن کر آپ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ تم اتنا عرصہ میرے ساتھ ہو، کبھی میرا کوئی کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کے خلاف ہوا ہے؟ وہ بولا ہرگز نہیں۔ حضرت داتا گنج بخش نے جواب دیا: ''بھائی! سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور سنتِ نبویہ کی خلاف ورزی نہ ہو''

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک

برصغیر کی کئی نامور شخصیات اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم آپ کے مزار پر دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جس کا شمار برصغیر کے مشہور اولیاء کرام میں ہوتا ہے وہ بھی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوئے۔ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے واپس جانے لگے تو اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے

یہ شعر پڑھا جو آج بھی نہایت مقبول ہے اور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی لکھا ہوا ہے۔

"گنج بخشِ فیضِ عالم، مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما"

تصانیف: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر تصنیف کی ہیں جیسے: منہاج الدین، الرعایۃ لحقوق اللہ، کتاب البیان لاہل العیان وغیرہ۔ مگر تصوف کے موضوع پر فارسی میں لکھی گئی مشہور تصنیف "کشف المحجوب" نامی کتاب نے کافی شہرت حاصل کی۔ اس کتاب میں اخلاقیات کی بھی تعلیم موجود ہے۔ اس کتاب کا دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

انتقال: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۴۶۳ھ بمطابق ۱۰۷۲ء میں ہوا۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ نے دین کی خدمت اور سربلندی کے لیے کس طرح اپنی زندگیوں میں صعوبتیں برداشت کی ہیں، یہاں تک کہ اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے وطن کو بھی خیر آباد کہا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی دینِ اسلام کی سربلندی اور خدمت کے لیے ہمیشہ محنت اور کوشش کرتے رہیں، تاکہ ہم دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جائیں۔

- حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے، جنھوں نے اپنے نیک اعمال اور تبلیغِ دین کے ذریعے امن کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا۔
- آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام "علی" اور والد کا نام "عثمان" تھا۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت افغانستان کے علاقے "ہجویر" میں ۴۰۰ھ بمطابق ۱۰۰۹ء میں ہوئی۔ ہجویر علاقے میں ولادت ہونے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ "ہجویری" کے لقب سے مشہور ہوئے۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے علم کے حصول کے لیے دور دراز علاقوں اور مختلف ممالک کا سفر کیا۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، مگر تصوف کے موضوع پر ان کی لکھی ہوئی کتاب "کشف المحجوب" نے کافی شہرت حاصل کی۔
- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۴۶۳ھ بمطابق ۱۰۷۲ء میں ہوا۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

- طلبہ و طالبات مختصر طور پر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اپنی اپنی کاپیوں پر تحریر کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
(۲) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام اور ان کے والد کا کیا نام تھا؟
(۳) ''گنج بخش'' سے مراد کیا ہے؟
(۴) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کسی بھی ایک کتاب کا نام بتائیں۔

۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام تھا:

(الف) عمر　(ب) عبداللہ　(ج) عثمان　(د) علی

(۲) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی اور روحانی تربیت مکمل کرنے کے بعد:

(الف) سیالکوٹ تشریف لائے　(ب) گجرانوالہ تشریف لائے
(ج) لاہور تشریف لائے　(ج) راولپنڈی تشریف لائے

(۳) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور آتے ہی:

(الف) تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے　(ب) تعلیم دینے میں مصروف ہو گئے
(ج) تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے　(د) دنیا کے حصول میں مشغول ہو گئے

۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے علم حاصل کرنے کے لیے مختلف ممالک کا .... سال تک سفر کیا۔
(۲) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال............... ہجری بمطابق............... عیسوی میں ہوا۔
(۳) ہزاروں غیر مسلموں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر.................... قبول کیا۔
(۴) حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی زبان میں لکھی ہوئی کتاب.................... کے موضوع پر مشتمل ہے۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ داتا گنج بخش کا اصل نام ''عثمان'' اور والد کا نام ''علی'' تھا۔		
۲۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کی غرض سے مختلف ممالک کا تیس سال تک سفر کیا۔		
۳۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بے جا شہرت اور نام و نمود کے سخت مخالف تھے۔		
۴۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت افغانستان کے علاقے ''ہجویر'' میں ہوئی۔		
۵۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کراچی میں ہے۔		

۵۔ کالم -۱ کے الفاظ کو کالم -۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ گنج بخش کے معنی ہیں	مشہور کتاب ہے۔
۲۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت	لاہور میں ہے۔
۳۔ برصغیر کے مشہور ولی اللہ کا نام	۴۰۰ھ میں ہوئی۔
۴۔ کشف المحجوب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی	روحانی خزانہ بخشنے والا۔
۵۔ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار	خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

• طلبہ و طالبات کو ''معجزہ'' اور ''کرامت'' کا مفہوم سمجھائیں اور واضح کریں کہ ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- طارق بن زیاد کی شخصیت اور ان کی اسلامی فتوحات سے متعلق روشناس ہو کر سنا سکیں گے۔
- اسپین کی فتح میں طارق بن زیاد کے مجاہدانہ کردار سے واقف ہو کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- طارق بن زیاد کی فتوحات سے یورپ پر جو اثرات مرتب ہوئے، ان کے متعلق واقف ہو کر تحریر کر سکیں گے۔
- طارق بن زیاد کی اسلام کے لیے مجاہدانہ کوششوں کو سامنے رکھتے ہوئے دین کی سربلندی کے لیے معاشرتی زندگی میں عملی طرح کوشش کر سکیں گے۔

تعارف: ہمیں تاریخِ اسلام میں کچھ ایسے قیمتی گوہر نظر آئیں گے، جن کی دلیری، ہمت اور بہادری کی داستانیں تاریخ کے صفحات پر اپنی یادیں اور اَن مِٹ نقوش ثبت کر چکی ہیں ۔ ایسے ہی بہادر اور نڈر مجاہد طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے رہتی دنیا تک دلوں کو گرماتے رہیں گے۔ آپ کا شمار اسلام کے بہترین سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔

جنگیں: دورِ بنوامیہ میں اسلام کا پیغام دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچ رہا تھا۔ ۱۱- رمضان المبارک ۹۳ھ بمطابق یکم جولائی ۷۱۲ء میں ایک طرف اسلام سندھ تک محمد بن قاسم کی سرکردگی میں پہنچ چکا تھا، تو ان ہی دنوں میں بیک وقت دوسری طرف افریقہ کے صحراؤں میں بھی "اللہ اکبر" کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ افریقہ میں اسلامی سلطنت کے قیام کے بعد مسلمانوں نے یورپ کی طرف رخ کیا۔

جبل الطارق کے قریب مسجد ابراہیم، جو کہ سعودی کے بادشاہ شاہ فہد نے تعمیر کروائی۔

اسپین جو کہ ایک یورپی ملک اور عیسائی سلطنت کے ماتحت تھا اور وہاں کا ظالم وجابر حکمران "راڈرک" اپنی ہی رعایا پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔ موسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ جو خود بھی ایک جری اور نڈر سپہ سالار تھے، جس نے افریقہ فتح کر کے وہاں اسلامی سلطنت قائم کی، انھوں نے اپنے جرنیل "طارق بن

زیاد رحمۃ اللہ علیہ'' کو تقریباً سات ہزار افواج کا لشکر دے کر اسپین کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں کے عوام کو ''راڈرک'' کے ظلم سے نجات دلائی جاسکے۔

طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر اسپین کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کے ساحل پر اترا اور ایک پہاڑ کے نزدیک خیمہ زن ہوگیا۔ اس لیے اس پہاڑ کو آج بھی ''جبل الطارق'' یا ''جبرالٹر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب طارق بن زیاد کے سپاہیوں نے راڈرک کے ایک لاکھ لشکر کو مقابلے کے لیے دیکھا تو وہ مرعوب ہوگئے۔ اس وجہ سے طارق بن زیاد نے موسیٰ بن نصیر سے مزید کمک بھیجنے کو کہا، جس نے مزید پانچ ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔

لشکر سے خطاب: طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین سے ایک ولولہ انگیز خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا: اے بہادر مجاہدو! میدانِ جنگ سے اب بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہے، آگے دشمن ہے اور پیچھے دریا۔ اللہ کی قسم! صرف جرأت اور استقلال میں ہی نجات ہے۔ یہی وہ فتحمند فوجیں ہیں، جو مغلوب نہیں ہوسکتیں۔ اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو تعداد کی قلّت سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خبردار! تم کبھی بھی ذلت پر راضی نہ ہونا اور خود کو دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ اللہ نے مشقت اور جفاکشی کے ذریعے تمھارے لیے دنیا میں جو عزت وشرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا ثواب مقدر کیا ہے، اس کی طرف بڑھو۔ اللہ کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہوگئے تو بڑے گھاٹے میں رہوگے۔ مجھے تمھاری بہادری اور جرأت پر اعتماد ہے۔ اب تمھارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے یا تو بہادری سے لڑتے ہوئے دشمن کو شکست دے دو، یا لڑتے ہوئے شہید ہوجاؤ۔ آج اگر تم نے پیٹھ دکھائی تو یاد رکھو نہ صرف یہاں پر ہی تمھارا نام ونشان مٹ جائے گا، بلکہ تمھاری نسلیں تک ختم کردی جائیں گی۔

اسپین کی فتح: طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر نے مجاہدین کے اندر اس طرح اثر کیا کہ گویا ان میں بجلیاں بھر دی گئیں، وہ نعرہ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کرتے ہوئے دشمن کی ایک لاکھ فوج سے جاٹکرائے۔ مسلسل آٹھ روز تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں کے اَن تھک جذبے اور عزم کے ساتھ قلعہ کو فتح کرلیا۔ دشمن کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور انھیں شکستِ فاش ہوئی۔ اس کے بعد طارق بن زیاد نے آگے بڑھ کر دریائے والڈیٹ کے ساحل کے قریب ۷۱۱ء میں اسپین کے بادشاہ اور کمانڈر ''راڈرک'' کو شکستِ فاش دی اور وہ طارق بن زیاد کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے دریا میں چھلانگ لگاکر خودکشی کرلی۔

اس کے بعد طارق بن زیاد نے ''سڈونہ''، ''کرمونہ'' اور ''غرناطہ'' کو یکے بعد دیگرے فتح کرلیا۔ غرناطہ کو فتح کرنے کے بعد وہ ''طلیطلہ'' کی طرف تیزی سے روانہ ہوا، جو اسپین کی راجدھانی تھا۔ طلیطلہ کو بھی انھوں نے آسانی سے فتح کرلیا۔ اس طرح بہت ہی کم مدت میں اسپین کے ایک بہت بڑے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں نے اسپین پر تقریباً سات سو سال تک حکومت کی۔

یورپ پر اثرات: مسلمان سپہ سالاروں موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ اور طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا خوف، رعب اور جلال جہاں اہلِ یورپ کو ہراساں کیے ہوئے تھا، وہاں وہ ان کی فتوحات سے بھی بے حد متاثر تھے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی آمد سے قبل اہل یورپ تاریکی و جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کے لیے جدید علوم، تحقیق اور درسگاہوں کے جال بچھا کر انھیں طب، فلکیات، کیمیا اور دیگر کئی جدید علوم سے روشناس کرایا۔ نئی طرز تعمیر سے بھی انھیں آگاہی دی۔ آج بھی اسپین میں اس دور کی عظیم الشان جامع مسجد ''غرناطہ'' اور ''الحمراء'' کی شاندار عمارتیں اور دیگر اعلیٰ تعمیرات موجود ہیں، جو عرب کے دور کی یاد تازہ کر رہی ہیں۔

ہمیں اس سے یہ سبق ملا کہ اسلامی مجاہدوں اور جرنیلوں نے ظلم کے خلاف دین کی اشاعت اور اسلامی حدود کی توسیع میں کس طرح مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجاہدوں کی اگر یہ محنت نہ ہوتی، تو ہمیں اسلام کی یہ دولت نصیب نہ ہوتی اور اس وقت ہمارا کیا حال ہوتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اور مشاہیرِ اسلام کے مجاہدانہ اعلیٰ کردار کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں تاکہ ہم دونوں جہانوں میں فلاح پا سکیں۔

- طارق بن زیاد کا شمار بہترین سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔
- اسپین جو یورپ کا ملک ہے، اس پر عیسائیوں کی حکومت تھی اور اس پر ''راڈرک'' نامی حکمران تھا، جو بڑا ظالم و جابر حاکم تھا۔
- موسیٰ بن نُصیر جو ایک بہادر اور نڈر سپہ سالار تھا، جس نے افریقا فتح کر کے وہاں اسلامی حکومت قائم کی، اس نے طارق بن زیاد کو تقریباً بارہ ہزار افواج کا لشکر دے کر اسپین کی طرف روانہ کیا تا کہ وہاں کے عوام کو ''راڈرک'' کے ظلم سے نجات دلائی جا سکے۔
- طارق بن زیا د اسپین پہنچ کر ایک ساحل پر اترا اور ایک جبل کے قریب خیمہ زن ہو گیا۔ اس پہاڑ کو آج ''جبل الطارق'' یا ''جبرالٹر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
- آج بھی اسپین میں اس دور کی عظیم الشان جامع مسجد ''غرناطہ'' اور ''الحمراء'' کی شاندار عمارت اور دیگر اعلیٰ تعمیرات موجود ہیں جو عرب کے دور کی یاد تازہ کر رہی ہیں۔

- اساتذہ کرام کی مدد سے چند مشہور اسلامی سپہ سالاروں کے اور جو علاقے فتح کیے گئے ان کے نام لکھیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کون تھا؟

(۲) طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو کس ملک کے فتح کرنے کے لیے بھیجا گیا؟

(۳) طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو کس نے اور کتنی فوج کا لشکر دے کر بھیجا؟

(۴) طارق بن زیاد کے خطاب سے مجاہدین پر کیا اثر ہوا؟

۲۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) مسلمانوں کی آمد سے قبل اہلِ یورپ تھے:

(الف) اعلیٰ تعلیم یافتہ (ب) جہالت میں ڈوبے ہوئے

(ج) بہت مہذّب (د) ترقی پذیر

(۲) مسلمانوں نے اسپین میں خوب صورت عمارتیں تعمیر کیں، جن میں سے ایک کا نام ہے:

(الف) تاج محل (ب) شاہی محل (ج) الحمراء (د) برج الخلیفہ

(۳) اسپین واقع ہے:

(الف) براعظم یورپ میں (ب) براعظم ایشیا میں

(ج) براعظم آسٹریلیا میں (د) براعظم افریقہ میں

(۴) اسپین فتح ہوا:

(الف) ۵۱۰ء میں (ب) ۷۱۱ء میں (ج) ۶۱۱ء میں (د) ۷۹۴ء میں

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے جس پہاڑ کے قریب خیمے لگائے اسے .... کہتے ہیں۔

(۲) اسپین پر.................. بادشاہ کی حکومت تھی۔

(۳) مسلسل آٹھ روز تک.................. کی جنگ ہوتی رہی۔

(۴) مسلمانوں نے تقریباً .... تک اسپین پر حکومت کی۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ اسپین کے جس پہاڑ کے نزدیک طارق بن زیاد خیمہ زن ہوا، اسے ''جبل الطارق'' کہا جاتا ہے۔		
۲۔ موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں اسلامی لشکر اسپین کی طرف روانہ ہوا۔		
۳۔ اسپین کی جنگ مسلسل آٹھ روز تک ہوتی رہی۔		
۴۔ اسپین کا بادشاہ ''راڈرک'' طارق بن زیاد کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔		
۵۔ عظیم الشان جامع مسجد ''غرناطہ'' اور ''الحمراء'' کی شاندار عمارت سعودی عرب میں موجود ہے۔		

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ دورِ بنواُمیّہ میں اسلام کا پیغام	ایک ولولہ انگیز خطاب کیا۔
۲۔ طارق بن زیاد کی سرکردگی میں	راڈرک طارق بن زیاد کے ہاتھوں قتل ہوا۔
۳۔ طارق بن زیاد نے مجاہدین سے	دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچ رہا تھا۔
۴۔ اسپین کا بادشاہ اور کمانڈر	اسلامی لشکر اسپین کی طرف روانہ ہوا۔

• طلبہ وطالبات کو نقشے کی مدد سے ''اسپین'' کا محلِ وقوع سمجھائیں۔

جامع مسجد قرطبہ-اسپین

لغات

الفاظ	معانی
بابِ اول: القرآن الکریم	
تَعارُف	جان پہچان، واقفیت
ضابطہَ حیات	زندگی کا قاعدہ اور دستور
باعث	سبب، وجہ
رُشد	ہدایت، دین کا راستہ بتانا
تلفّظ	لفظ کا منہ سے ادا کرنا
اِعراب	زبر، زیر اور پیش
قراءت	حرفوں کا مخرج صحیح ادا کرنا
تجوید	قرآن مجید کے حروف مخارج سے ادا کرنا
ناظرہ قرآن مجید	قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا
حفظِ قرآن مجید	قرآن مجید کو بن دیکھے پڑھنا
بابِ دوم: ایمانیات اور عبادات	
قَلب	دل
طُلوع	نکلنا، اُبھرنا، بلند ہونا
ثانی	نظیر، مقابل
قادرِ مطلق	پوری قدرت والا

الفاظ	معانی
اعمال نامہ	وہ رجسٹر، جس میں کراماً کاتبین انسان کے برے بھلے کام قیامت کے دن پیش کرنے کے واسطے لکھتے ہیں
اِقامت	تکبیرِ نماز، قرار، سکون
ماثورہ دعائیں	احادیث مبارکہ میں نقل کی ہوئی دعائیں
تخلیق	پیدا کرنا
عاقل	دانشمند، دانا
بالغ	جوان، پورا مرد
مُناجات	سرگوشی، کسی سے اپنا بھید کہنا
کُفر	اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا، سچے دین سے انکار کرنا
شِرک	اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرنا
تکبیر تحریمہ	اللہ اکبر کہنے سے نماز شروع کرنا، جس کے ذریعے نماز میں دنیوی کام کرنا حرام ہو جاتے ہیں۔

استقامت	ثابت قدم رہنا
نفاق	دوروئی، دوغلا پن
جلسہ یا قعدہ کرنا	نماز کے درمیان یا آخر میں بیٹھنا
تمدّنی	سماج کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزیں
نصب العین	مدّ نظر، مقابل چشم
تعمیرِ سیرت	خصلت اور عادت کو سنوارنا
ضبطِ نفس	نفس کی بری عادتوں کو روکنا
فلاح و بہبود	کامیابی اور بہتری
کفن	وہ کپڑا جس میں میت کو لپیٹتے ہیں
بے ثباتی	ناپائیداری
زیارت	کسی متبرک مقام یا آدمی کا دیکھنا
میقات	وہ مقام جہاں سے مکہ مکرّمہ جانے والا احرام باندھے
مقامِ ابراہیم	وہ پتھر، جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی
مِنیٰ	مکہ مکرّمہ کے نزدیک ایک وادی کا نام، جہاں پر حاجی کنکریاں پھینکتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں

سُنّت	وہ طریقہ، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو
رکوع کرنا	نماز میں عاجزی سے جھکنا
سجدہ کرنا	زمین پر عاجزی سے پیشانی رکھنا
شرعی عذر	ایسی رکاوٹ یا مجبوری، جس کو شریعت نے اعتبار کیا ہو
یہودی	حضرت موسیٰ 1 کی اُمّت
نصرانی	وہ شخص جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب رکھتا ہو۔

باب سوم: سیرت طیّبہ

مُعاملات	لین دین
مُعاشرت	آپس میں مل جل کر زندگی گزارنا
فتح	جیت، کھولنا
نائب	قائم مقام، مددگار
غرض	مقصد، مطلب
معروف	مشہور، معلوم
اِفہام و تفہیم	بات چیت کرنا
عزائم (ج) عزم	پکے ارادے
سفیر	قاصد، ایلچی
پیشکش	کوئی بھی چیز پیش کرنا

افواہ	آوارہ غیر معتبر بات
بیعت	عہد باندھنا
مذاکرات	ایک دوسرے سے کسی مسئلے پر بات چیت
بحث و تمحیص	بات کی چھان بین
پیش خیمہ	سبب، ذریعہ
فرماں رواؤں	حکمرانوں، بادشاہوں
متن	وہ عبارت، جو کتاب کے بیچ میں ہو
دراز	لمبا، طویل
سلطنت	بادشاہت، راج
فرائض (ج) فرض	اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانا
موصول	ملا ہوا، پہنچا ہوا
حلیف	عہد و پیمان والا
وافر مقدار	بہت کثیر اندازہ
قلعہ	سنگین اور محفوظ عمارت
مامور	حکم کیا ہوا
محاصَرہ	گھیراؤ ڈالنا
غنیمت	توحید، اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار اور غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والی لڑائیوں میں ان کی طرف سے چھوڑا ہوا مال، جو مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا جائے
مَسْدُود	بند کیا ہوا

باب چہارم: اَخلاق و آداب

روایات (ج) روایت	کسی کی بات کی نقل
اقدار (ج) قدر	اندازہ
اصول (ج) اصل	بنیاد، اصل
ضوابط (ج) ضابطہ	قاعدہ
مدِ نظر	پیش نظر
حِکمت	دانائی
موذی امراض	تکلیف دینے والی بیماریاں
اجتناب	بچاؤ، علیحدگی
خصلتیں (ج) خصلت	عادت
حق تلفی	بے انصافی، حق مارنا
تقاضا	خواہش، طلب
انتقام	بدلہ، پاداش
نادار	مفلس، جس کے پاس کچھ نہ ہو
بے لوث	بے داغ
آبرو	عزت، بزرگی
مشعلِ راہ	راستے میں روشنی کا ذریعہ
عائد	واپس آنے والا، پھرنے والا
اُف	آہ، افسوس
رسم	نشان، عادت
عقیقہ	سر مونڈنے اور نام رکھنے کی تقریب

جوق در جوق	انبوہ، فوج
فقدان	گم کرنا، بھول، کمی
توقیر	عزت، حرمت، عظمت
ذہنی بالیدگی	ذہنی افزائش

باب پنجم
ہدایت کے سرچشمے مشاہیرِ اسلام

غور	گہراؤ، فکر
خوض	سوچنا، غوطہ لگانا
وقف	وہ چیز جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھوڑی جائے
وفا شعار	جس کی طبیعت اور عادت میں وفا پڑی ہوئی ہو
قطع تعلق	دوستی چھوڑنا، تعلّق ختم کرنا
انتقال	جگہ بدلنا، موت، رحلت
بطن	پیٹ، شکم
ماجدہ	شرف اور عزت والی خاتون
سایۂ عاطفت	مہربانی اور لطف کا سایہ
ملعون	لعنت کیا ہوا، مردود

مجروح	گھائل، زخمی
اطہر	زیادہ پاک
قباء	مدینہ منوّرہ کے قریب ایک بستی کا نام، جو اس وقت شہر مدینہ منورہ میں شامل ہے
بحث و مباحثہ	بات کی چھان بین
کرامات (ج) کرامت	فضیلت، کرشمہ، خرقِ عادت
داستان	قصہ، کہانی
سپہ سالار	سپاہ کا افسر، کپتان
جری	دلیر، بہادر
شکستِ فاش	ظاہر شکست
ولولہ انگیز	جوش دلانے والی، ابھارنے والی
خیمہ زن	تنبو لگانے والے
رعب	ہیبت، دہشت، ڈر
جلال	شان و شوکت
ہراساں	خوفزدہ
فلاح	کامیابی